ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

2 محرم 1427ھ — فروری 2006ء

قارئین کو اسلامی سالِ نو 1427ھ مبارک

سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہما

شاہ ست غنی بادشاہ ست غنی

در منقبت امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

بر فلکِ عدل، مہر و ماہ ست غنی
شاہ ست غنی بادشاہ ست غنی
چوں جامعِ مصحفِ اللہ ست غنی
دین است غنیؓ، دیں پناہ ست غنی
ہم زلفِ علیؓ و خالوئے حسنین
فردوسِ دل و خلدِ نگاہ ست غنی
صدّیق و عمر بہرِ دیں سقف و عماد
باب است علیؓ شہر پناہ ست غنی
سرداد نہ داد دست در دست یہود
حقا! کہ نشانِ لا الٰہ ست غنی

جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

"الجزیرہ" کا مشکوک کردار اور چند معصوم سوالات
احرار اور موجودہ سرمایہ دارانہ نظمِ معیشت
کشمیر میں قادیانیت کی تبلیغ
وہ کس ملک کی رعایا ہیں؟

نورِ ہدایت

القرآن

”جنہوں نے راہیں نکالیں اپنے دین میں اور ہو گئے بہت سے فرقے۔ آپ کو اُن سے کچھ سروکار نہیں۔ ان کا کام اللہ ہی کے حوالے ہے۔ پھر وہی جتلائے گا اُن کو جو کچھ وہ کرتے تھے۔“

(انعام ۱۵۹)

الحدیث

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو (نوحہ کرتے ہوئے) اپنے رخسار پیٹے گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے دعوے کرے۔“ (بخاری)

الآثار

احرار اور تحفظ ختم نبوت

”مجلس احرار اسلام کے اکابر نے تحفظ ختم نبوت کے لیے نہایت خلوص کے ساتھ بے پناہ کام کیا، قربانیاں دیں اور ایک قافلہ ترتیب دے کر اُسے تحفظ ختم نبوت کے مشن پر لگا دیا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور دیگر اکابرِ احرار نے محاذِ ختم نبوت پر بڑی جرأت کے ساتھ کام کیا۔ آج اُن کی محنت ثمر آور ہے۔ شاہ جی! آپ اُسی قافلۂ احرار کو لے کر چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجلس احرار اسلام کو ترقی عطاء فرمائے اور کارکنانِ احرار کو خلوصِ نیت کے ساتھ تحفظ ختم نبوت کی سعی جاری رکھنے کی توفیق دے (آمین)۔“

(شہیدِ ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ)
قائدِ احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری سے گفتگو
دفتر احرار لاہور ۶ فروری ۲۰۰۰ء

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 17 شمارہ 2 ذوالحجہ/محرم 1427ھ فروری 2006ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد

سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی

ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات	اداریہ	مدیر	02
دین و دانش:	درسِ قرآن	محمد احمد حافظ	04
//	درسِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانیؒ	07
تاریخ و تحقیق:	شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ	سید ابوذر بخاریؒ	08
//	سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہم	سید عطاء المحسن بخاریؒ	12
//	امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نصیحت آموز خط حفاظ و قراء کے نام	ادارہ	16
//	نظمِ عثمانی رضی اللہ عنہ	شاہ بلیغ الدین	17
شاعری:	حمد باری تعالیٰ (پروفیسر سید اقبال عظیمؒ)		19
//	نعت رسولِ مقبول ﷺ (ابوسفیان تائب)		20
//	پھلواری سبزہ سجا ہے..... (شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)		21
افکار:	''الجزیرہ'' کا مشکوک کردار اور چند معصوم سوالات	مامون فندی	22
//	وہ کس ملک کی رعایا ہیں؟	سید محمد معاویہ بخاری	24
//	احرار اور موجودہ سرمایہ دارانہ نظمِ معیشت	پروفیسر خالد شبیر احمد	29
//	مولانا محمد عیسیٰ منصوری کا دورۂ پاکستان اور ایک فکری نشست	عبداللطیف خالد چیمہ	34
نقد و نظر:	''سر اقبال بنام حسین احمد'' (دوسری و آخری قسط)	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی	37
ردِّ قادیانیت:	کشمیر میں قادیانیت کی تبلیغ	سیف اللہ خالد	41
//	سچے مہدی کی پہچان	مولانا مشتاق احمد	45
مکتوب:	جاوید اختر بھٹی بنام مدیر	ادارہ	47
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	عینک فریدی	51
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	52
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	ابوالادیب	55
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاک و ہند کی سرگرمیاں	ادارہ	57

زیرِ سرپرستی

مولانا حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیرِ مسؤل

سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

رفقاءِ فکر

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر

محمد الیاس میراں پوری

i4ilyas1@hotmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک .... 150 روپے

بیرون ملک .... 1000 روپے

فی شمارہ .... 15 روپے

ترسیل زر بنام: نقیبِ ختمِ نبوت

اکاؤنٹ نمبر 1-5278

یو بی ایل چوک مہربان ملتان

ای میل ایڈریس

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات

''خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج''

اا رستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد پاکستان اور امریکہ دوستی کا ایک نیا سفر شروع ہوا۔ عالمی استعمار اور اس کے گماشتوں نے اسے دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف اعتدال پسندی اور روشن خیالی کا سفر قرار دیا۔ سیانوں نے اسی وقت کہا تھا کہ یہ روشنی نہیں تاریکی کا سفر ہے۔

ہمارے سینوں پر ''فرنٹ لائن اسٹیٹ'' کا تمغہ سجا کر ہمیں ''لاجسٹک سپورٹ'' کے کام پر لگا دیا۔ ''شاہِ وقت'' نے سنی اَن سنی کردی اور گردوپیش سے بے پروا ہو کر اپنوں سے دشمنی اور غیروں سے دوستی کا تاریخی کردار ادا کیا۔ طالبان حکومت کا زوال تو وقتی بات تھی۔ اس کے نتائج بہر حال ہمیں ہی بھگتنا تھے۔

ویسے تو پاکستان کا ''عظیم دوست'' امریکہ، مسلسل کئی بار پاکستانی سرحدوں اور فضائی حدود کی خلاف ورزیاں کر چکا ہے لیکن ۱۳ر جنوری ۲۰۰۶ء کو باجوڑ ایجنسی کے گاؤں ڈمہ ڈولہ پر بمباری نے عالمی شہرت حاصل کر لی ہے۔ ہمارے بہت ہی ''پیارے دوست'' امریکہ نے اس کارروائی کو اپنا حق دوستی قرار دیا ہے۔ القاعدہ کے ایمن الظواہری اور دیگر مطلوب لوگوں کی موجودگی کو بہانہ بنا کر پاکستانی سرحد سے چالیس کلومیٹر اندر آ کر ہمارے دوست نے بمباری کی اور ۱۸ ر افراد قتل کر ڈالے۔

بیٹھے بیٹھے حکم دے اٹھے وہ میرے قتل کا
جب کہا یہ کیا ؟ کہا اندازِ معشوقانہ تھا

صدرِ پاکستان، وزیراعظم اور وزیر خارجہ نے اس واقعہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے اپنے دوست امریکہ کو ''سخت جھاڑ'' پلائی اور آئندہ ایسے واقعات کے اعادہ سے منع کیا۔ لیکن امریکی سینیٹر جان میکین نے جواباً کہا کہ ہم آئندہ کی ضمانت نہیں دے سکتے۔ چنانچہ ایک سناٹا چھا گیا اور وزیراعظم کو امریکہ طلب کر لیا گیا۔ الحمدللہ وہ خیریت سے واپس بھی آ گئے ہیں۔

مجلس عمل اور اے آر ڈی کے رہنماؤں نے باجوڑ جا کر پاکستانی بھائیوں کا دکھ بانٹنا چاہا۔ مگر انہیں جانے سے روک دیا گیا۔ ملک بھر میں احتجاج ہوا تو وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد نے فرمایا: اب بس بھی کرو، امریکہ معافی نہ مانگے تو ہم اس سے دوستی ختم نہیں کر سکتے۔

اِدھر سابق صدر محمد رفیق تارڑ نے کہا ہے کہ ''ہماری فوج بلوچستان اور وزیرستان میں وہی کردار ادا کر رہی ہے جو بھارتی فوج کا مقبوضہ کشمیر میں ہے۔'' ہمارے نزدیک مشرقی پاکستان کا آموختہ پھر دہرایا جا رہا ہے۔ صدر کی حالیہ تقریر کے بعد ملک میں یہ انقلاب آیا ہے کہ کالا باغ ڈیم پس منظر میں چلا گیا ہے۔ منڈا ڈیم اور بھاشا ڈیم بنانے کی باتیں ہونے لگی ہیں۔ پنجاب کے ''نیک'' وزیراعلیٰ مخلوط میراتھن ریس کو پاکستان کے دفاع اور سلامتی کے لیے لازم و ملزوم سمجھنے لگے ہیں۔ امریکی افواج کشمیر اور سرحد میں تو پہلے ہی موجود ہیں اور واپس جانے سے سخت الرجک ہیں۔ جب ''دوستوں'' کو اپنے گھر میں آزادی کے ساتھ یوں آنے جانے کی اجازت دی جائے گی تو نتیجہ وہی ہوگا جس کا مظاہرہ باجوڑ میں ہوا۔ قوم کی بچیوں کو سڑکوں پر دوڑاؤ گے تو کل تمہاری بچیاں بھی دوڑیں گی۔ خدارا! یہیں رُک جاؤ، غضبِ الٰہی کو دعوت نہ دو اور اللہ سے معافی مانگ لو:

قول سچا ہے جو بوؤ گے سو کاٹو گے
ہے یہ گنبد کی صدا ' کان لگا ، غور سے سن

ذوالکفل بخاری (اُملج، سعودی عرب)

توہینِ رسالت کی نئی جسارت

ڈنمارک کے اخبار Jyllands-Posten نے اپنے ۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء کے شمارے میں ایک مضمون چھاپا، جس کا موضوع یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی تصویر بنانے سے اس لیے اجتناب برتا جاتا ہے کہ مصور ''انتہا پسند'' مسلمانوں کے غیظ و غضب سے ڈرتے ہیں۔ اگر کوئی مصوّر یہ جسارت کرتا بھی ہے تو ''گمنام'' رہ کر۔ لہٰذا یہ صورت حال ''آزادیٔ اظہار'' کے اس دور میں سخت تشویش ناک اور اندوہ ناک ہے۔ اس مضمون کے پہلو بہ پہلو، مختلف ڈنمارکی مصوّروں کے بنائے ہوئے بارہ کارٹون ...... جی ہاں، حضور خاتم النبیین، سید الاوّلین والآخرین ﷺ کے مقدس سراپے سے منسوب ...... بارہ کارٹون شائع کیے گئے۔ استہزاء، توہین اور تضحیک کے ۱۲ نمونے۔ گندے، ناپاک، غلیظ اور متعفن ہاتھوں سے کھینچی گئی یہ تصویریں، پورے ایک سو دن، دنیا بھر کے مسلمانوں...... ''غلامانِ محمدؐ'' اور ''عاشقانِ رسولؐ'' کے منہ پر بے غیرتی کی کالک ملتی رہیں۔ ایک ارب سے زائد مسلمان، ۵۶ اسلامی ملک، اور ان کی حکومتیں، مملکتیں، ادارے، تنظیمیں، کونسلیں، اسمبلیاں، کابینائیں ...... کہیں سے کوئی آواز نہ اٹھی۔ دو چار آوازیں اٹھیں بھی تو وہ اتنی ''تنہا'' تھیں کہ اضطراب کی کوئی سی لہر اور احتجاج کی کوئی سی گونج پیدا کیے بغیر، یہیں کہیں، ہمارے گرد و پیش میں کھو گئیں۔ نتیجہ یہ کہ ۱۰ جنوری ۲۰۰۶ء کو (۳۰ ستمبر کے ۱۰۰ دن بعد) یہی تصویریں ناروے کے ایک میگزین نے ''آزادیٔ اظہار'' ہی کی بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے دوبارہ چھاپیں۔ سرکاری سطح پر، واحد ملک سعودی عرب ہے، جس نے ڈنمارک اور ناروے سے بھرپور احتجاج کیا ہے۔ سعودی عرب نے ۲۶ جنوری کو ڈنمارک سے اپنا سفیر واپس بلا لیا ہے۔ تاحال...... دونوں ''مہذب'' اور ''متمدن'' یورپی ملکوں کی حکومتیں ''آزادیٔ اظہار کے منافی'' کسی بھی اقدام کے ذریعے سے کسی اخبار یا جریدے پر گرفت سے معذوری، عجز اور بے بسی کا اظہار کر رہی ہیں۔ سعودی عرب کے مفتی اعظم نے عوام سے ڈنمارکی مصنوعات کے بائیکاٹ کی اپیل کی ہے۔ ۲۷ جنوری کے جمعہ کو، خطباتِ جمعہ میں پورے سعودی عرب میں اس احتجاج اور بائیکاٹ کی گونج سنی گئی۔ ''بائیکاٹ'' کی اس اپیل کا نتیجہ یقیناً حوصلہ افزاء ہے۔ خشک اور مائع دودھ، اور دودھ کی دیگر مصنوعات کی برآمد کے لیے ڈنمارک اس وقت سعودی عرب میں سرفہرست ہے۔ بائیکاٹ پر ڈنمارکی کمپنیوں کے اظہارِ تشویش اور ناروے کے سفیر برائے سعودی عرب کی طرف سے نارویجن میگزین کے لیے اظہارِ مذمت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بائیکاٹ اور مقاطعہ ...... ڈنمارک کے ''ڈنگ مار'' ہوں یا ناروے کے ''نمک حرام اور نیش زن''۔ سب کا ابتدائی علاج ضرور ثابت ہوگا۔ مگر اس کے بعد......؟

توہینِ رسالت کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرنے والے دنیا بھر کے مسلمانوں کو دین و دنیا کی سب ''کامیابیاں''...... مبارک ہوں۔ لیڈروں، وزیروں، صدروں اور وزرائے اعظموں کو مبارک! اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے زیرک اور ذہین زعمائے امتِ محمدیہ کو مبارک! شفاعتِ آقائے دو جہاں (ﷺ) کے سبھی ''امیدواروں'' کو مبارک!

آہ...... بے غیرتی کے سو دن بھی گزر گئے اور ہمیں یہ اندازہ بھی ہو چکا کہ اسلام، پیغمبر اسلام اور ناموسِ رسالت...... اب یہ ہمارے مسائل نہیں ہیں۔ یہ صرف سعودی عرب کے مسائل ہیں۔ ان مسائل پر ''قابو پانے'' کے لیے سعودی عرب کو بھی ہر ممکن ''مدد'' دی جا رہی ہے۔ سالانہ ۵۰ ہزار تعلیمی ویزے، امریکہ سے صرف سعودیوں اور خلیجیوں کے لیے مختص کیے ہیں۔ الیکشن، جمہوریت، آزادیٔ نسواں، آزادیٔ اظہار اور حقوقِ انسانی کی صورت حال میں ''نمایاں پیش رفت'' کے تحکمانہ مطالبے اور عراق کی سمت سے جغرافیائی گھیراؤ کے دوستانہ معاملے اس پر مستزاد ہیں۔ بایں ہمہ، سعودی قیادت حمیّت دینی کے حالیہ مظاہرے پر صد ہزار سلام کی مستحق ہے۔ چاروں جانب کے سناٹے میں، جرأت کی ایک آواز کو سلام۔ صد ہزار سلام!

درسِ قرآن

محمد احمد حافظ

عورتوں کے ساتھ معروف طریقے سے گزران کرو

(گزشتہ سے پیوستہ)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تمہارے لیے حلال نہیں کہ عورتوں کی میراث زبردستی لے لو اور انہیں اس لیے بھی نہ روکے رکھو کہ تم اپنا دیا ہوا مال واپس لے لو۔ الّا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی میں مبتلا ہوں۔ اور گزران کرو عورتوں کے ساتھ معروف طریقے سے۔ پھر اگر تم کو نہ بھاویں تو شاید تمہیں ان کی کوئی چیز پسند نہ آئے لیکن اللہ نے اس میں بہت خوبی رکھی ہو، اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو اور تم ان میں ایک کو بہت مال بھی دے چکے ہو تو پھر مت لو اس سے کچھ بھی۔ کیا تم ناحق اور صریح گناہ کے ساتھ لینا چاہتے ہو؟ اور کیوں کر تم لے سکتے ہو در آں حالیکہ کہ تم میں سے ایک دوسرے کی طرف پہنچ چکا ہے اور لے چکیں وہ عورتیں تم سے پختہ عہد۔'' (النساء ۱۹ تا ۲۱)

سورۂ نساء میں زیادہ تر خواتین سے متعلق احکام ہیں۔ زیر درس آیات کا اجمالی تعارف و تبصرہ گزشتہ درس میں گزر چکا ہے۔ ان آیات کا خلاصہ یہی ہے کہ ہر مومن و مسلم اپنی عائلی زندگی میں حق و انصاف کے ساتھ معاملہ کرے۔ ایسے معاملات سے حتی الامکان اجتناب کرے جن کی وجہ سے عائلی زندگی تباہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آئے۔

مذکورہ بالا آیات میں ان مظالم کی روک تھام ہے جو اسلام سے قبل صنفِ نازک پر روا رکھے جاتے تھے۔ ان میں ایک ظلم یہ تھا کہ مرد لوگ عورتوں کی جان و مال دونوں کو اپنی ملک سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ وہ سلوک کرتے تھے جو ایک سخت گیر آقا اپنے غلام کے ساتھ روا رکھتا تھا۔ عورت کو مال چاہے وراثت میں ملا ہو یا ہدیے میں یا میکے والوں کی طرف سے بطور تحفے کے ملا ہو۔ بے چاری عورت اس سے محروم رہتی تھی۔ اور یہ سارا مال سسرال والے ہضم کر لیتے تھے۔

دوسرا ظلم یہ ہوتا کہ وہ عورت اگر کسی طور پر اپنے ملکیتی مال پر قبضہ کر ہی لیتی تو ایسا ماحول پیدا کیا جاتا کہ عورت اس مال کو دوسری جگہ نہ لے جا سکے مثلاً بہت سے وڈیرے زمین دار اپنی بیٹیوں اور بہنوں کی شادی محض اس خوف سے نہ کرتے کہ لڑکی کی شادی ہوگئی تو ان کی زمین تقسیم ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو گھروں میں بٹھائے رکھتے اور اس طرح دوہرے ظلم کا ارتکاب کرتے۔ ایک تو ظلماً مال کو اپنے اختیار میں لینا دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عورت میں جو فطری خواہش کا جذبہ رکھا ہے اس کی تسکین کا جائز ذریعہ اختیار نہ کرنا۔

تیسرا ظلم یہ بھی ہوتا تھا کہ بعض اوقات کسی مرد کو اپنی بیوی پسند نہ ہوتی تو عورت کا کوئی قصور نہ ہونے کے باوجود مرد اس کے حقوقِ زوجیّت ادا نہ کرتا مگر طلاق دے کر اس کی گلوخلاصی بھی نہ کرتا تاکہ عورت تنگ آ کر وہ زیور جو اسے دے چکا

ہےاورزرِمہرواپس کردے۔

چوتھاظلم یہ ہوتا تھا کہ شوہر مرگیا تو شوہر کے ورثاء اس کی بیوہ کو کہیں اور نکاح نہیں کرنے دیتے تھے،محض جاہلانہ عار کی وجہ سے یا مال ودولت کے لالچ میں کہ اس کے ذریعے کچھ مال وصول کریں۔

ظلم کی یہ ساری ترکیبیں معمولی ہیر پھیر کے ساتھ آج بھی وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔جہاں جہالت عام ہو، وڈیروں،سرداروں اور نام نہاد پیروں کی حکومت ہو وہاں اس طرح کے مظالم معمولی بات خیال کئے جاتے ہیں۔قرآن مجید نے ان تمام مظالم کی قلعی کھول کران کے انسداد کا انتظام کیا ہے۔چنانچہ فرمایا گیا:

یَاایُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْالَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُواالنِّساءَ کَرْھًا

''اے ایمان والو!تمہارے لیےحلال نہیں کہ تم جبراًعورتوں کے مالک بن بیٹھو'

علماء نے **لَا یَحِلُّ** کا مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایک تو ایسا کرنا صریح گناہ اور قابل مواخذہ ہے دوسرا یہ کہ اگر کسی شخص نے بالغ عورت سے زبردستی نکاح کر بھی لیا تو وہ نکاح شرعاً حلال نہیں بلکہ کالعدم ہے۔ایسے نکاح سے ان مردوعورت کے درمیان میاں بیوی کا رشتہ قائم ہوتا ہےاور نہ نسب ووراثت کے احکام اس سے متعلق ہوتے ہیں۔

ان آیات میں ایک جگہ بیان ہوا ہے:**وَعَاشِرُوْھُنَّ بِاالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئاً وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْراً کَثِیْراً**

''اورگزران کرواپنی عورتوں کے ساتھ معروف طریقے سے پھراگر تم کو نہ بھاویں تو شاید تم پسند نہ کرو ایک بات'اوراللہ نے رکھی ہواس میں بہت خوبی۔''

یہ حصہ نہایت اہم ہےاور گویا ہماری گھریلو زندگی کے مسائل ومشکلات کا نہایت حکیمانہ حل ہے۔اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو وہ تراز وعطافرمادیا جس کے ذریعے تباہ ہوتے،اُجڑتے اور برباد ہوتے گھروں کو آسانی سے بچایا جاسکتا ہے۔

معروف طریقے سے گزران کرنے کا مطلب یہ کہ مردحضرات اپنی بیویوں کے راحت وسکون کا خیال رکھتے ہوئے عائلی زندگی بسر کریں۔چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ:''وہ تمہارے لیےلباس ہیں۔تم ان کے لیےلباس ہو۔''

اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ جس طرح تم مرد بیویوں کی قربت سے سکون حاصل کرنا چاہتے ہو'اسی طرح وہ بھی تمہاری قربت کے ذریعے راحت وسکون حاصل کرنا چاہتی ہیں۔سومرد جہاں اپنا خیال رکھتا ہے'وہیں اس کے لیےضروری ہے کہ ویسا ہی اپنی بیوی کا بھی خیال رکھے۔حدیث پاک میں مرد کو حاکم بتایا گیا ہےاور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ مرد سے اس کی رعیّت کے بارے میں سوال ہوگا۔مرد کی رعیّت میں اس کی بیوی بھی شامل ہے۔اگر مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی قسم کا ظالمانہ سلوک کیا ہوگا تو اس بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم قرآن وحدیث میں بار بار آیا ہے۔چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَتِّعُوْ ھُنَّ عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ مَتَاعًا بِا الْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ(البقرہ:۲۳۶)

''اور انہیں کچھ خرچ دو۔ وسعت والے پر اس کی وسعت کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی وسعت کے مطابق' جو خرچ کہ قاعدہ کے موافق ہے۔ لازم ہے کہ نیکی کرنے والوں پر۔''

خواتین میں کچھ نہ کچھ ٹیڑھ ہوتا ہے۔ اس میں بھی وہ قصور وار نہیں بلکہ وہ فطری طور پر کمزور اور کم عقل پیدا کی گئی ہیں۔ اس لیے ان سے ایسے امور کا صادر ہو جانا جو شوہر کی طبع نازک پر گراں ہو' بعید نہیں لیکن اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا کیا فرمان ہے' وہ بھی پڑھ لیجیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عورت پسلی کی طرح ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر فائدہ حاصل کرنا چاہو گے تو اس کے ٹیڑھ کے ساتھ ہی فائدہ حاصل کر لو گے۔'' (بخاری کتاب النکاح)

نبی کریم ﷺ نے عورت کی اصل فطرت بھی بیان فرمادی اور اختلاف طبائع کی صورت میں حکیمانہ حل بھی بیان فرمادیا۔ گویا **وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** ......الخ کی توضیح و تشریح بیان فرمادی۔ میاں بیوی کا تعلق وقتی اور عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔ مردوں کو حتی الامکان بیویوں کے حق میں سراپا محبت و شفقت ہونا چاہیے۔ جائز امور میں ان کی دلداری اور غم خواری کرتے رہنا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَکْمَلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَالْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ (ترمذی)

''کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہو اور اپنے اہل پر نرم خو ہو۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب تو خود کھائے تو اسے کھلائے۔ جب خود پہنے تو اس کو پہنائے، نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے' نہ اسے برا بھلا کہے اور اگر اس سے علیحدگی اختیار کرنا پڑے تو گھر کے اندر ہی ہو (مطلب کہ بے آسرا کر کے گھر سے نہ نکال دے) (ابن ماجہ) اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: ''مسلمان اپنے گھر والوں پر ہی اگر خرچ کرتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کی نیت کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔'' (بخاری)

ان آیات و احادیث کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ مرد اپنی بیویوں کے ساتھ جاہلوں اور گنواروں جیسا معاملہ نہ رکھا کریں۔ عورتوں کے مال کو دبا لینا یا ان کے حقوقِ زوجیت ادا نہ کرنا یا انہیں مختلف طریقوں سے تنگ کرنا سراسر شقاوت و بدبختی ہے۔ اسلامی تعلیمات یہی ہیں کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ ان کی کوئی بات ناپسندیدہ ہو تو دوسری خوبیوں پر نگاہ رکھی جائے۔ حتی الامکان گھریلو ماحول کو خوش گوار بنانے اور رکھنے کی کوشش کی جائے۔ خلاف طبع امور پیش آنے پر عورت پر ظلم و جبر نہ کیا جائے بلکہ اسے علیحدہ بٹھا کر سمجھایا جائے۔ پھر بھی اگر وہ نہ سمجھے تو خاندان کے بزرگوں کے ذریعے معاملے کو سلجھانے کی کوشش کی جائے اور حتی الامکان گھریلو زندگی کو برباد ہونے سے بچایا جائے' یہی منشاء قرآنی ہے۔

درسِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمتہ اللہ علیہ

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علمی فضل وکمال

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ .قَالَ مَااَشْکَلَ عَلَیْنَا اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ......حَدِیْثٌ قَطُّ فَسَاَلْنَا عَائِشَۃَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَھَا مِنْہُ عِلْمًا

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے'فرمایا کہ جب کبھی ہم لوگوں یعنی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو کسی بات اور کسی مسئلہ میں اشتباہ ہوا تو ہم نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو ان کے پاس اس کے بارے میں علم پایا۔'' (جامع ترمذی)

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں۔اُن چند صحابۂ کرام میں ہیں جو علم اور تفقہ میں ممتاز تھے اور وہ فقہاء صحابہؓ میں سے تھے۔ان کا یہ بیان بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ ہم کو یعنی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام کو حضور ﷺ کے بعد کسی مسئلہ میں مشکل پیش آتی تو وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور جو مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا گیا تو ہم نے دیکھا کہ اس کے بارے میں ان کے پاس علم ہے......یعنی وہ مسئلہ حل فرمادیتیں یا تو ان کے پاس اس بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہوتا یا اپنی اجتہادی صلاحیت سے مسئلہ حل فرمادیتیں۔حضرت عروہ ابن زبیرؓ جو حضرت عائشہؓ کے حقیقی بھانجے ہیں اور حضرت صدیقہؓ کی روایتوں کی بڑی تعداد کے وہی راوی ہیں' حاکم اور طبرانی نے ان کا بیان حضرت صدیقہؓ کے بارے میں روایت کیا کہ:

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِالْقُرْاٰنِ وَلَا بِفَرِیْضَۃٍ وَلَا بِحَرَامٍ وَلَابِحَلَالٍ وَلَا بِفِقْہٍ وَلَا بِشِعْرٍ وَلَا بِطِبٍّ وَلَا بِحَدِیْثِ الْعَرَبِ وَلَا نَسَبٍ مِّنْ عَائِشَۃَ

''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اللہ کی کتاب قرآن پاک اور فرائض کے بارے میں حرام وحلال اور فقہ کے بارے میں اور شعر اور طب کے بارے میں اور عربوں کے واقعات اور تاریخ کے بارے میں اور انساب کے بارے میں (ہماری خالہ جان) عائشہؓ سے زیادہ علم رکھتا ہو'' (زرقانی۔ج۳ص۲۳۴)

اور حاکم اور طبرانی ہی نے ایک دوسرے تابعی مسروق سے روایت کیا ہے۔فرمایا:

وَاللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُ الْاَکَابِرَ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَفِی لَفْظٍ مَشْیُخَۃِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ الْاَکَابِرَ یَسْاَلُوْنَ عَائِشَۃَ عَنِ الْفَرَائِضِ

''میں نے اکابر صحابہ کو دیکھا ہے فرائض کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے دریافت کرتے تھے۔'' (زرقانی۔ج۳ص۲۳۴)

اور حاکم ہی نے ایک تیسرے بزرگ تابعی عطاء ابن ابی رباح کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

کَانَتْ عَائِشَۃُ اَفْقَہَ النَّاسِ وَاَعْلَمَ النَّاسِ وَاَحْسَنَ النَّاسِ رَاْیاً فِی الْعَامَّۃِ

''حضرت عائشہؓ بڑی فقیہہ تھیں اور بڑی عالم اور عام لوگوں کی رائے ان کے بارے میں بہت اچھی تھی۔'' (زرقانی۔ج۳ص۲۳۴)

مندرجہ بالا علمی کمالات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خطابت میں بھی کمال عطا فرمایا تھا۔طبرانی نے حضرت معاویہؓ کا بیان نقل کیا ہے۔فرمایا:قَالَ مَعَاوِیَۃُ وَاللّٰہِ مَارَاَیْتُ خَطِیْبًا قَطُّ اَبْلَغَ وَلَا اَفْصَحَ وَلَا اَفْطَنَ مِنْ عَائِشَۃَ

''اللہ کی قسم! میں نے کوئی خطیب نہیں دیکھا جو فصاحت وبلاغت اور فطانت میں حضرت عائشہؓ سے فائق ہو'' (روایت طبرانی)

یہی وہ خداداد کمالات تھے'جن کی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔(رضی اللہ عنہا وارضاہا) (معارف الحدیث۔جلد ہشتم ص۴۷۶تا۴۷۷)

افادات: مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مرتب: سید محمد کفیل بخاری

شہادتِ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی انقلاب انگیز شہادت تاریخ اسلام کا ایک مسلّمہ اور مصدقہ واقعہ ہے۔ جس کے منفی اثرات سے اُمت قیامت تک کے لیے دو دھڑوں میں تقسیم ہوکر رہ گئی۔ ان میں عقائد اور دین کے متعلق اتنا زبردست اختلاف اور بُعد پیدا ہو چکا ہے۔ جس کا ختم ہونا تو اب عملاً غیر ممکن ہے' اور کم ہونا بھی مشکل ترین معاملہ ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی قطعی اور یقینی امر ہے کہ آپ کی شہادت کا دردناک حادثۂ فاجعہ امیر یزید کے عہد خلافت اور عبیداللہ ابن زیاد کی گورنری کے دور میں محرم ۶۱ ہجری کے اندر پیش آیا۔ لیکن یہ مسئلہ کہ حُکامِ کوفہ کے ساتھ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی آخری گفتگو کے مطابق آپ کے اِرادہ میں کوفہ کے عوام کے حیرت انگیز سیاسی انقلاب کے باعث دمشق جا کر براہِ راست امیر یزید کے ساتھ اپنا معاملہ طے کرنے کا جو تغیُّر پیدا ہوا تھا' اس کے بعد بھی آپ کی فطرت ونسبت کے خلاف اور متضاد مطالبہ منوانے کا بہانہ بنالیا گیا۔ نتیجتاً آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نسبی اور روحانی تعلق کی بنا پر اپنی خداداد غیرت وحمیت اور عزیمت وشجاعت کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف اپنی ہی جان قربان کردی، بلکہ اپنے بھائیوں، بیٹوں اور بھتیجوں کو بھی شہید ہوتے ہوئے دیکھ کر خون کے گھونٹ پیئے اور اپنے دینی مؤقف پر کوہِ استقلال بن کر آخری سانس تک ثابت قدم رہے۔ جب آپ کے آفت ومصیبت اور درد وغم چشیدہ بقیہ اہلِ خانہ دمشق پہنچائے گئے تو حادثۂ کربلا کی تفصیلی روداد سن کر اور اس کے نتیجہ میں اس عظیم خاندان کے تباہ شدہ افراد کی حالت زار دیکھ کر امیر یزید نے قتلِ حسین کے حکم اور اس پر رضامندی سے علانیہ برأت ظاہر کی تو اسی دور میں آپ کی شہادت کے حقیقی اور خفیہ اسباب ومحرکات کے متعلق ایک عجیب ذہنی مخمصہ پیدا ہوا اور کچھ عرصہ بعد ایک مستقل اختلاف کی شکل اختیار کر گیا۔ حال آنکہ بہ ظاہر بالکل واضح اور یقینی طور پر معلوم ومسلّم ہے کہ آپ نے اپنے برادرِ بزرگ امام خامس وخلیفۂ راشد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے امام سادس وخلیفۂ عادل وراشد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ قبول کر کے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی تک صبر وتحمل کا ثبوت دیا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں امیر یزید کی جانشینی کی جو بیعت لے چکے تھے اُسے بھی برداشت کرتے رہے۔ لیکن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کے تمام دینی اور سیاسی عزائم مکمل طور پر ظاہر ہوگئے اور آپ نے اپنی عقل وفراست کے مطابق کوفہ وغیرہ کے حالات کا جائزہ لے کر وہاں پر موجود اپنے حامیوں کی دعوت قبول کرلی اور یزید کے خلاف انقلابِ حکومت وخلافت کے لیے بغیر کسی ظاہری ساز وسامان کے محض اہل کوفہ کی یقین دہانیوں پر اعتبار کر کے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اور وہاں سے کوفہ کے لیے مع اہل وعیال واعزّہ واقارب رختِ سفر باندھ لیا۔ لیکن صد افسوس کہ حالات ان کے اندازہ وخیالات اور عزائم ومقاصد کے بالکل برعکس پلٹا کھا گئے اور آپ نہایت بے کسی وبے چارگی کی حالت میں انتہائی بے جگری سے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جان کی بازی لگا کر جنت کو سدھار گئے۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنْ

اس حادثہ کے پس منظر اور حقیقی اسباب ومحرّکات کے متعلق شروع سے جو دو ذہنی پیدا ہوگئی تھی۔اس نے بعد میں صدیوں تک بڑی شدت سے تاریخ پر اثر ڈالا' جو روایات کے اختلاف کے باعث اب تک سیرت وتاریخ کے ہر طالب علم کے لیے زبردست فکری خلجان اور ایسے حادثہ کے تجزیہ کے وقت سخت پریشانی کا موجب بنا رہتا ہے۔چنانچہ عالم اسلام کی معروف ترین اور جلیل القدر شخصیت، حجۃ الاسلام امام ''محمد غزالی'' رحمۃ اللہ علیہ سے امیر یزید کے اسلام واعمال اور قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں یزید کی ذمہ داری اور اس کے لیے دعاء مغفرت وغیرہ جیسے اہم اور خطرناک ترین مسئلہ کے متعلق ان کے ہم زمانہ ایک شافعی فقیہ ''عماد الدین ابو الحسن الکیاھراسی'' متوفی ۵۰۳ ہجری نے استفہام کیا تو امام موصوف نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں مشہور عوامی تصور کی تردید کرتے ہوئے حسبِ ذیل حیرت انگیز جواب دیا جو مشہور مؤرخ علّامہ ''ابن خلکان'' نے اپنی معروف کتاب ''وفَیاتُ الاَعیان'' میں نقل کیا ہے۔امام غزالیؒ امیر یزید کے اسلام کی تائید وتصدیق کے بعد قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

وَمَن زَعَمَ أَنَّ یَزِیُدَامَرَبِقَتُلِ الحُسَینِ أَورَضِیَ بِہٖ......فَیَنبَغِی أَن یُّعُلَمَ بِہٖ غایَۃَالُحَماقَۃِ،فَاِ نَّ مَنُ قُتِلَ مِنَ الأَکَابِرِوَالُوُزَرَآءِ والسَّلاطِینِ فی عَصرِہٖ لَواَرَادَأَن یَّعُلَمَ حَقِیقَۃَ مِنَ الّذی اَمَرَبِقَتلِہٖ......وَمَنِ الّذی رَضِیَ بِہٖ......وَمَنِ الّذی کَرِھَہ' لَمُ یَقدِرُ عَلیٰ ذٰلِکَ......وَاِنُ کَانَ الّذی قَدُقُتِلَ فِی جَوَارِہٖ وَزَمَانِہٖ وَھُوَیُشَاھِدُہ،فَکَیُفَ لَو کَانَ فِی بَلَدٍ بَعِیُدٍ......وَزَمَنٍ قَدِیمٍ قَدِانُقَضیٰ......فَکَیُفَ یُعلَمُ ذٰلِکَ فِیمَااِنُقَضیٰ عَلَیہِ قَرِیُبٌ مِنُ أَرُبَعِمِائَۃِ سَنَۃٍ فِی مَکَانٍ بَعِیُدٍ......وَقَدُ تَطَرَّقَ التَّعَصُّبُ فِی الُوَاقِعَۃِ فَکَثُرَتُ فِیُھَا الأَحَادِیُثُ مِنَ الجَوَانِبِ فَھٰذا لاَمُرُ لا یُعُلَمُ حَقِیُقَتُہ' اَصلاً،وَاِذَا لَمُ یُعُرَفُ......وَجَبَ اِحُسَانُ الظَّنِّ بِکُلِّ مُسُلِمٍ(الی آخرہٖ)(وَفَیَا تُ الاعُیَان''لِأِبُنِ خلِکَان''-ج ا ،ص ۴۶۵،طبع مصر)

''جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا تھا یا وہ آپ کے قتل پر راضی تھا؟ تو جاننا چاہیے کہ ایسا شخص پرلے درجہ کا احمق ہے۔حقیقت یہ ہے کہ بہت سے اکابر اور وزراء اور سلاطین جو اپنے اپنے زمانہ میں قتل ہوئے۔اگر کوئی شخص اس بات کی حقیقت معلوم کرنا چاہے کہ اس کے قتل کا حکم کس نے دیا تھا اور کون اس پر راضی تھا؟ اور کس نے اس فعل کو ناپسند کیا؟ تو وہ آدمی اس کی حقیقت معلوم کرنے پر ہرگز قادر نہیں ہوسکے گا اگر چہ یہ قتل اس کے پڑوس میں اور اس کے زمانہ میں اور اس کی موجودگی میں ہی کیوں نہ ہوا ہو۔تو پھر اس واقعہ کی اصل حقیقت تک کیسے رسائی ہوسکتی ہے جو دور کے شہر میں اور قدیم زمانہ میں ہوا ہو......؟ تو پھر اس واقعۂ کربلاء کی اصل حقیقت کا کیسے پتا چل سکتا ہے؟ جس پر (امام غزالیؒ کے زمانہ تک) چار سو برس کی طویل مدّت دور دراز مقام میں گزر چکی ہو......اور پھر یہ بھی مسلّم ہو کہ اس واقعہ کے بارہ میں (روافض کی طرف سے) تعصب کا راستہ اختیار کیا گیا ہو......جس کی وجہ سے مختلف فرقہ جات کی طرف سے اس کے متعلق بہ کثرت روایات بیان کی گئی ہوں۔اور جب حقیقت حال تعصب اور مخلوط ومتفرق روایات کے باعث معلوم نہیں ہوسکتی تو پھر ہر مسلمان کے متعلق جب تک قرائن موجود ہوں تو اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا واجب ہے۔''

(اداریہ ''الاحرار'' لاہور محرم ۱۴۱۸ھ مطابق اگست ۱۹۸۸ء شمارہ ۹/۱۰ جلد ۱۸)

یزید ابن معاویہؓ کے متعلق سیدنا حسینؓ کا تأثر:

ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ یزید سے متعلق کیا تأثر ہے؟ یزید کے متعلق میرا تو کوئی تأثر نہیں۔ البتہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تأثر یہ ہے کہ وہ اسے مسلمان سمجھتے تھے اور فرماتے تھے: ''اگر وہ میری بات سن کر مان لے تو میں اس کی ''بیعت'' کرنے کو تیار ہوں۔'' لہٰذا میرا اپنا کوئی تأثر نہیں نہ میں نے یزید کو دیکھا' نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بڑے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سمیت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کے بعد دمشق جا کر اس کے ساتھ نمازیں بھی پڑھیں اور اکٹھے کھانا بھی کھایا۔ یزید ان کے ہاتھ بھی دھلاتا تھا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔ پھر ۵۲ھ کے ذوالقعدہ میں قسطنطنیہ کے میدان میں قائد لشکر ہونے کی وجہ سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے پیچھے نمازیں بھی پڑھیں۔ اس غزوہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عبداللہ ابن عمر بھی تھے اور عبداللہ ابن زبیر بھی تھے، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی تھے اور بہت سے جلیل القدر صحابہ بھی تھے۔ ان سب نے ۵۲ھ کے معرکۂ قسطنطنیہ میں فوجی کمانڈر یزید کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور جب اسی میدان میں میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو شرعی ضابطہ اور مسنون عمل کے مطابق امیر جیش یزید نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا۔ تمام صحابہ سمیت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی یزید کی قیادت میں شرکتِ جہاد کی طرح اس کی امامت میں نماز جنازہ بھی ادا کی تھی۔ بہر کیف وہ کلمہ گو تھا، مسلمان تھا۔ کریکٹر ہم نے نہیں دیکھا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ نہیں کہا جو لوگ کہتے ہیں' یا کچھ مولوی اور ذاکر کہتے ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم میں اپنے اپنے باپ کی وجہ سے اختلاف ہے۔ وہ دونوں لڑے تھے' اب ہم دونوں کی لڑائی ختم ہو سکتی ہے۔ وہ میری شرائط مان لے' مجھ سے وہ گفتگو کر لے تو اَضَعُ یَدِی فِی یَدِہٖ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے ''بیعت'' کرنے کو بھی تیار ہوں!'' اس وقت کوفہ کا گورنر عبیداللہ ابن زیاد تھا۔ سیدنا علی علیہ السلام کی ایک بیوی محترمہ ام البنین رحمتہ اللہ علیہا کے بھائی اور کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے علم بردار، اور وفادار وفداء کار ماں سے سوتیلے بھائی جناب عباس کے حقیقی ماموں حضرت ذوالجوشن ضبائی صحابی رضی اللہ عنہ کا بیٹا شمر جو بدبختی سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مخالف و دشمن اور ابن زیاد کا مشیر و معاون خصوصی بنا ہوا تھا اور بعد میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں شامل ہو کر جہنم کا خریدار بن گیا تھا۔ اس شمر کے بھڑکانے سے ابن زیاد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تین بہترین شرائط ماننے سے منکر ہوا۔ نفسانیت وشیطنت کی تکمیل اور اپنے حسد و بغض کی تسکین کے لیے یزید کے حقیقی منشاء اور حکم کے خلاف سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے اپنے ہاتھ پر غیر مشروط بیعت کے مطالبہ پر اڑ گیا۔ اس نے کہا کہ میں یزید کا نمائندہ ہوں۔ اس لیے بجائے دمشق جا کر یزید سے خود معاملہ طے کرنے کے یہیں میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔ تو اس پر جواباً سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَاللّٰہِ! لَنْ یَّکُوْنَ ھٰذَا - اِلَّا بَعْدَ الْمَوْت ''یہ نہیں ہو سکتا' تیری یہ حیثیت نہیں ہے کہ ''لونڈی بچے اور ذلیل لوگ'' مجھ سے غلط مطالبہ کر کے غیر مشروط بیعت لیں یہ بات میرے جیتے جی اور چپ چاپ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ہاں! میرے مرنے اور قتل ہو جانے کے بعد تم میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لے کر سمجھ لو کہ میں نے بیعت کر لی ہے؟ تو یہ ہو سکتا ہے۔ تم اس سے میری گفتگو کراؤ' وہ میری بات اور شروط مان لے۔ ورنہ یزید کی خاطر تمہارے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں۔'' اس واقعہ کا حاصل تو سارا اتنا

ہی ہے باقی سب لفاظی سبائیوں رافضیوں کی عجمی ڈرامائی داستان ہے اور کچھ نہیں!

(اقتباس خطاب: جام پور ۲۴ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ ۲۹ مئی ۱۹۸۱ء مطبوعہ: "الاحرار" ش ۱۲،۱ ج ۱۰، رمضان ۱۴۱۰ھ۔ اپریل ۱۹۹۰ء)

آخر میں شہید غیرت، مظلوم کربلا سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کا ارشادِ گرامی اور مشہور تین شرائط مطالعہ فرمائیں جو آپ نے ابن زیاد کے سامنے پیش فرمائیں۔ امامِ تاریخ و سیرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے مصدقہ تاریخی حوالوں سے مرتب کر کے انہیں مسلسل شائع کیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا یہ ارشادِ گرامی واقعہ کربلا کے اسباب اور سازش کو سمجھنے اور تاریخ کی مکذوبہ روایات کی دبیز تہوں سے اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے قولِ فیصل اور برہانِ قاطع ہے۔

ارشاد گرامی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے

☆ ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ تو خدا کی قسم! یہ بات میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔ ہاں! اگر باعزت طریقہ سے معاملہ فہمی مقصود ہے تو پھر مدینہ کو واپسی یا سرحد پر چلے جانے کے علاوہ تیسری صورت یہ ہے۔

☆ مجھے یزید کے پاس جانے دو، تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔ پھر وہ میرے متعلق جو مناسب سمجھے گا خود فیصلہ کرے گا۔ (البدایہ لابن کثیر ج ۸، ص ۱۷۰)

......اور یا میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ میں دے دوں تو وہ میرے اور اپنے بارے میں جو مناسب ہو، رائے قائم کرے گا۔ (تاریخ الامم والملوک۔ للطبری ج ۶، ص ۲۳۵)

☆ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے پختہ روایت ہے۔ آپ نے کمانڈر کوفہ عمر بن سعدؓ سے فرمایا: میری تین باتوں میں سے ایک پسند کر لو:

(۱) یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں

(۲) یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دوں جبکہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے تو وہ میرے متعلق اپنی رائے خود قائم کرے گا۔

(۳) یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا۔ پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی وہی مجھے پہنچے گی۔

(بحوالہ: الشافی مع التلخیص ص ۴۷۱ طبع ایران۔ تصنیف السید ابی القاسم علی بن الحسین بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین علی الاوسط بن السبط سیدنا الحسین بن سیدنا علی بن ابی طالب علیہم الرضوان)

☆ اے کاش! یہ شرائط نامہ طے ہو جاتا تو امت کو مظلومی حسین رضی اللہ عنہ کا روزِ غم دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور نہ ہی...... یزید کے لیے سبّ و شتم اور لعن و طعن کا دروازہ کھلتا۔ بہر حال جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا قول و عمل ہمارے لیے ایک دائمی درسِ عبرت و غیرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شہیدِ کربلا رضی اللہ عنہ کی سچی پیروی نصیب فرمائیں۔ آمین!

شہیدِ غیرت
مظلومِ کربلا
ریحانۃ النبی

سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہم

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جماعتِ صحابہؓ........ دانائے سبل، فخر الرسل، مولائے کُل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پروردہ جماعت ہے کہ جن کا حکم، حکم الٰہی، کلام، کلامِ الٰہی اور عمل منتہائے ربیّ ہے۔ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین لاکھ سے متجاوز قدسی صفت صحابہؓ کی جماعت گراں مایہ میں فکر و نظر اور شعور و احساس کا وہ نور منتقل کیا کہ جو قیامت تک امتِ رسول ﷺ کے لیے ہدایت اور حریت کے راستوں کو اجالتا رہے گا۔

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نورِ نظر علی المرتضیٰ، سیدنا حسین سلام اللہ و رضوانہ علیہ بھی اسی جماعتِ صحابہؓ کے فرد فرید اور لُولُوئے لالہ ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں اسوۂ رسالت کا یہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ آپ کا اسوہ مقام صحابیت کی عملی تفسیر ہے۔ اور اس سے اس ارشادِ نبوی کی صداقت پر ایمان قوی ہو جاتا ہے کہ جماعت صحابہ کا ہر ہر فرد قیامت تک امت رسول کے لیے ذریعہ ہدایت ہے۔ وہ سب آسمان نبوت کے روشن ستارے ہیں۔ وہ سب مومنین کاملین ہیں۔ صحابہ کے ایمان کی گواہی خود اللہ نے کلام اللہ میں دی۔ منافقت اور ایمان کی راہیں متضاد اور جدا جدا ہیں۔ بعض لوگ منافقت کا روپ دھار کر صحابہ کی جماعت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی منافقت واضح کر دی۔ حضور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن منافقین کا نام لے لے کر انہیں اپنی جماعت سے باہر نکال دیا تھا۔ اس فیصلہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صحابی رسول کے ایمان میں شک کا اظہار بجائے خود منافقت ہے۔

سیدنا حسینؓ....... ! صالح، زاہد، عابد، باکمال، منکسر المزاج، متواضع، شب زندہ دار، تہجد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کر کے طویل سجدے کرنے والے اور قیام طویل میں ایک یا دو پارہ نہیں سورۃ بقرا ایک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنہوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانۃ النبی ہیں...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا.......

''یا اللہ! جو حسینؓ سے محبت کرے، میں اس سے محبت کرتا ہوں، جو حسینؓ سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی معیت جسدی اور معیّتِ زمانی حاصل ہے۔ آپ براہِ راست فیضانِ رسول حاصل کرنے کے شرف سے مشرف ہیں۔ آپ کا یہ مقام و مرتبہ اور اجلال و اکرام ہی ہماری محبتوں کا مرکز و محور ہے۔

سیدنا حسینؓ کا واقعہ شہادت' منافقین عجم کے سازشی فکر و فلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادت حسینؓ سے دین کی روح

عمل سمجھ میں آ جاتی ہے اور غیرت وحمیت اپنے اوج کمال پر نظر آتی ہے۔ سیدنا حسینؓ نے جہاں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعتِ شہادت زیب تن کی، وہاں انہوں نے منافقین عجم کے اس گروہِ خبیث کو بھی ہمیشہ کیلئے رسوا کر دیا جو ان کے نانا ﷺ کے دین کے درپے آزار ہو کر خلافتِ عثمانی پر مہلک وار کر چکا تھا۔

حادثہ کربلا کے پس منظر میں یہودیوں، سبائیوں اور مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔ خیبر کی شکست، جزیرۃ العرب سے انخلاء اور اپنے اقتدار کے چکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے امتِ مسلمہ میں انتشار وافتراق کی گہری سازشیں شروع کر دی تھیں اور وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور تیزی سے بڑھتی ہوئی فتوحات سے خوفزدہ ہو کر انتقام پر اتر آئے تھے۔ ادھر عجمی مجوسیوں کو اقتدارِ کسریٰ کے ملیامیٹ ہو جانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی، انہی دو نمایاں عناصر کو ایک حسبی نسبی یہودی مسٹر عبداللہ ابن سباء جیسا شر دماغ سازشی میسر آیا جس نے شہید مظلوم سیدنا حسینؓ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

۶۰ ھ میں جب امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو کوفہ کے کچھ منافقوں نے سیدنا حسینؓ کو خط لکھا کہ ''حسینؓ! تجھ کو مبارک ہو معاویہ مر گیا!'' سازش اور فساد کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ کوفیوں نے سیدنا حسینؓ کو خطوط لکھے، خلافت پر متمکن ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، میدان خالی ہے۔ پھل پک چکا ہے، آیئے! ہم آپ کو امام مانتے ہیں۔ تاریخ کی روایات میں ہے کہ سیدنا حسینؓ کو بارہ ہزار خطوط لکھے گئے۔ آپ نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ پہلے ہزاروں کوفیوں نے ان کی بیعت کی پھر انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ چنانچہ جب سیدنا حسینؓ مقام ثعلبیہ پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو آپ نے جناب مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے مشورہ کے بعد یزید سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ تھے اور اسی مقام سے کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیاد اور شمر جو مسلم بن عقیل کے قتل میں براہِ راست شریک اور ملوث تھے، انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر سیدنا حسینؓ ' یزید کے پاس پہنچ گئے تو اصل سازش عیاں ہو جائے گی اور مفاہمت ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ سیدنا حسینؓ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ''ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے''۔ سیدنا حسینؓ کا یہ فیصلہ عین حق تھا اور غیرت حسینؓ کا یہی تقاضا تھا۔ پھر میدان کربلا میں سیدنا حسینؓ نے جو تین شرائط پیش کیں، اُن پر ائمہ اہل سنت اور ائمہ اہل تشیع متفق ہیں اور دونوں طبقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو ''تاریخ ابن کثیر''، ''تاریخ طبری'' اور شیعہ کی مشہور کتاب ''الشافی'' میں کچھ یوں مرقوم ومرتسم ہیں:

> ''میری تین باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں، یا تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں، وہ میرا عم زاد ہے۔ پھر وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کرلے گا۔ یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد

کی طرف روانہ کردو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا۔ اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی، وہی مجھے بھی پہنچے گی (''الشافی'' ص ۷۱)

یہی وہ تین شرائط ہیں جو اہل سنت کے لیے فیصلے کا معیار ہیں۔ اصل مجرموں کی شناخت کے لیے بھی یہیں سے حقیقی بنیادیں فراہم ہوتی ہیں۔ ان شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی قصے، کہانی اور افسانے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور حقائق کھل کر، ابھر کر اور نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

جو لوگ آج آلِ رسول اور اہل بیت رسول علیہم السلام کی محبتوں کا واسطہ دے کر حق و باطل کے خانہ ساز معرکے اٹھا رہے ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ ان کی ساری خرمستیاں' سبائی دولت، اشتری حیلوں، حکیمی تجبر اور مختاری چالوں کا مظہر کامل ہیں۔ یہود و مجوس کی ساری تگ و دو اس نکتہ پر مرتکز ہے کہ تاریخ، ادب، سیاسیات، سماجیات اور اعتقادات کے ہر ہر گوشے میں شرک اور نفاق کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے بت کھڑے کردیئے جائیں۔ میدان جنگ میں عبرتناک شکست اور ذلت آمیز موت سے پے در پے دوچار ہونے والے اعداءِ رسول و اعداءِ اصحاب رسول کے پاس یہی ایک انتقامی حربہ تھا جو پوری قوت سے مسلسل آزمایا گیا اور آزمانے والے وہی تھے کہ فتنہ و سازش اور شرک و نفاق جن کی فطرت و طینت، ضمیر و خمیر، سرشت و خصال اور فکر و نہاد کے اجزاء ترکیبی ہیں۔ جس کا دردناک مظاہرہ شہادت سیدنا عثمانؓ کی صورت میں ہو چکا تھا۔

''بندگی بوتراب'' کا نعرہ سرزمینِ عجم کو اسی لیے راس اور خوش آیا کہ یہاں صنم پرستی، شاہ پرستی، اور شخصیت پرستی مزاجوں کا حصہ ہوچکی تھی۔ جہاں بندگی' طاقت و دولت آئین ہائے کہنہ و نو کے متنِ واحد کا درجہ رکھتی تھی، ایسی رت میں، ایسے ماحول میں اور ایسے موسم میں خبیثانِ عجم، یہود و مجوس کے لیے سازگاری ہی سازگاری تھی۔ چنانچہ ملت ابراہیمی کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ اور امت محمدیہ کی ابدی شوکت و سطوت کو مجروح و مسخ کرنے کے لئے آلِ رسول علیہم الرضوان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور کربلا مقتل گاہِ آلِ رسول بنادی گئی۔ سبطِ رسول شہید کردیئے گئے اور انہی کے نام پر ایک نیا دین گھڑا گیا، ایک نیا دھرم متعارف کرایا گیا جس کے پجاری و بیوپاری گزشتہ تیرہ سو سال سے اسلام کے صدر اوّل میں اپنی جانکاہ ہزیمتوں کا انتقام لے رہے ہیں لیکن یہ دین اسلام ہے کہ خون صحابہؓ اور اسوۂ و آثار اصحاب رسول علیہم الرضوان اس ناقابل تسخیر قلعہ کی فصیلیں ہوگئی ہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے' سیدنا حسینؓ کا نام گونجتا رہے گا اور اسلام کی آبیاری کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں (صحابہ کرامؓ) کا نام بھی تا ابد تابندہ رہے گا۔

حادثۂ کربلا کا تعلق عقائد سے نہیں تاریخ سے ہے۔ عقیدہ کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ بعض لوگوں نے تاریخ کی بنیاد پر عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ جو یقیناً جہالت اور گمراہی ہے۔ تاریخ کی تمام کتابوں میں ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے نہ تو اپنی بیعت کا مطالبہ کیا اور نہ ہی یزید کی خلافت کو کہیں غلط کہا۔ مدینہ، مکہ اور کربلا تک کسی ایک مقام پر آپ کے کسی خطبے میں یزید کے خلاف کوئی چارج شیٹ نہیں۔ کوفہ کے سبائی منافقوں کے خطوط کی بنیاد پر آپ نے اصلاحِ احوال کے لیے سفر کا آغاز

کیا۔آپ کوسفر کوفہ سے روکنے والوں میں عبداللہ بن عباس (چچا) عبداللہ بن جعفر طیار (تایازاد اور یزید کے سسر) عبداللہ بن عمر (بھانجا)، محمد بن علی حنفیہ (بھائی) عبداللہ بن زبیر جیسے آپ کے قریبی رشتہ دار اور عظیم لوگ تھے لیکن آپ نے اپنے فیصلہ میں تبدیلی نہ فرمائی۔ابن زیاد اور شمر سیدنا حسین کے قتل میں براہِ راست ملوث و مجرم ہیں۔شہادتِ حسینؓ کے بعد سیدنا زین العابدین اور سیدہ سکینہ، یزید کے گھر رہے۔یزید نے قسم کھا کر قتل حسینؓ سے برأت کا بیان دیا اور سیدنا زین العابدین نے یزید کا بیان صفائی قبول کیا۔یہاں تک کہ یزید نے انہیں ہدایہ اور مال اسباب دے کر محافظوں کے ساتھ اُن کی خواہش کے مطابق مدینہ منورہ روانہ کیا۔سیدنا زین العابدین ۹۵ھ تک حیات رہے۔انہوں نے یزید کی وفات کے بعد بھی ۳۵ سال تک اس کے خلاف ایک جملہ نہیں فرمایا۔تب تو وہ کسی جبر کا شکار نہیں تھے۔جبکہ ابن زیاد اور شمر بھی قتل ہو چکے تھے۔سیدنا زین العابدین حادثۂ کربلا کے عینی شاہد ہیں اور اُن کی کوئی گواہی یزید کے خلاف نہیں۔جبکہ مذکورہ بالا حضرات یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

سانحہ کربلا کے سلسلے میں اہل سنت کا اجماعی موقف یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ٹھیک اسی طرح دھوکہ دیا گیا جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دے کر شہید کیا گیا۔اس سانحۂ عظیم اور حادثۂ فاجعہ کو سمجھنے اور حقیقی سازشی کرداروں سے آگاہی کے لیے شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے محرکات اور اسباب وعوامل کو جانچنا اور مجرموں کو پہچاننا ضروری ہے۔اس سازش کا مرکزی کردار یہودی النسل عبداللہ ابن سباء منافق تھا۔اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حکم پر قتل کیا گیا۔اسی کی سبائی تحریک کے افراد نے سیدنا علی، سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص پر رمضان ۴۰ھ میں بیک وقت فجر کی نماز کے وقت قاتلانہ حملہ کیا۔سیدنا علی شہید ہوئے۔سیدنا معاویہ زخمی ہوئے اور عمرو بن عاص بچ گئے کہ اس روز وہ مسجد میں تشریف نہ لائے۔اُن کی جگہ خارجہ بن حذیفہ نماز پڑھا رہے تھے اور وہ شہید ہو گئے۔

سیدنا حسینؓ نے اپنے خطبہ میں خود فرمایا کہ ''میرے گروہ کے افراد نے مجھے دھوکہ دیا'' سیدنا حسین رضی اللہ عنہٗ کوفی دھوکہ بازوں، منافقوں اور سبائی تحریک کی سازش کا شکار ہوئے۔انہوں نے مکہ سے ثعلبیہ تک کا سفر اصلاحِ احوال کے لیے فرمایا۔سازش عیاں ہونے پر ثعلبیہ سے کوفہ کی بجائے شام کا رخ اختیار کیا۔یوں کربلا کا سفر، سفر قصاصِ مسلم بن عقیل ہے۔کربلا میں آپ نے فرمایا: ''میں اصلاحِ احوال کے لیے آیا ہوں'' پھر تین شرائط مفاہمت کی پیشکش ہیں۔سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اگر یزید کی بیعت نہیں کی تو یہ ان کا اجتہادی حق تھا۔بحیثیت صحابی رسول وہ اپنے اجتہاد پر قائم رہنے یا اس سے رجوع کرنے کا حق رکھتے تھے کہ مجتہد دونوں صورتوں میں ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔چنانچہ مکہ، ثعلبیہ اور کربلا تینوں مقامات پر جوں جوں صورتحال آپ پر واضح ہوتی گئی، آپ کا اجتہادی موقف بھی بدلتا رہا۔اور سازشی کردار بھی واضح ہوتے چلے گئے۔کربلا میں یقیناً ظلم ہوا۔اس ظلم میں ملوث سازشی ناقابل معافی ہیں اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا زین العابدینؒ کا موقف برحق ہے۔

ادارہ

نصیحت

امیرالمؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اہم خط......حفاظ وقرا کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے بندے عمرؓ کی جانب سے عبداللہ بن قیس اوران کے ساتھیوں کے لیے جوقرآن کے حافظ ہیں۔

السلام علیکم۔امابعد!

یہ قرآن تمہارے لیےاجر ہوگا۔شرافت اورذخیرہ ہوگا۔تم اس کی اتباع کرنا قرآن تمہاری اتباع نہ کرے۔اس لیے کہ جس شخص کا اتباع قرآن نے کیا قرآن اس کی گدّی پر ماردیا گیا۔یہاں تک کہ اس شخص کو جہنم میں پھینک دے گا اور جس شخص نے قرآن کا اتباع کیا قرآن اس کوفردوس میں لے جائے گا۔

اگرتم سے ہوسکےتوایسا کرلوکہ قرآن تمہارے لیےسفارش کرنے والا ہو۔تم سے جھگڑا کرنے والا نہ ہواس لیے کہ قرآن جس کی سفارش کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اورجس سے قرآن جھگڑا کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

اورتمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ قرآن ہدایت کے چشمے اورعلم کی کلیاں ہیں اس کے ذریعے اللہ پاک اندھی آنکھوں کو بینا اور بہرے کانوں کو سننے والا اور پردہ چڑھے ہوئے دلوں کوصاف کرتا ہےاورتمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بندہ جب رات کوکھڑا ہوتا ہےاورمسواک کرتا ہےاوروضوکرتا ہےاللہ اکبر کہتا ہےاورقرآن پڑھتا ہےتوفرشتے اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں تلاوت کرتو اچھا ہے تیرے لیے اچھائی ہے اگرصرف وضوکرتا ہے مسواک نہیں کرتا تو فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں ویسا معاملہ نہیں کرتے۔

سن لو!

قرآن کا نماز کے ساتھ پڑھنا ایک محفوظ خزانہ اوررکھی ہوئی خیر ہے۔جہاں تک تم سے ہوسکےاس کی کثرت کرواس لیے کہ نماز نور ہے،زکوۃ دلیل ہے،صبرروشنی ہے،روزہ ڈھال ہےاورقرآن یا تمہارے نفع کے لیے حجت ہے یا نقصان کے لیے حجت ہے سوقرآن کی تعظیم کرو۔اس کی اہانت نہ کرو۔اللہ اس کا اکرام کرے گا جوقرآن کا اکرام کرے گا۔اللہ اس کی اہانت کرے گا جوقرآن کی اہانت کرے گا۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے!جس نے اس کی تلاوت کی،اسے حفظ کیا اوراس پرعمل کیا اور جوکچھ اس میں ہے اس کا اتباع کیا۔اس کی دعا اللہ کے نزدیک مقبول ہےاگر اللہ چاہےتواس کودنیا میں جلدی دے دےنہیں تواس کے لیے آخرت میں ذخیرہ ہے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے!جو اللہ کے پاس ہے بہتر ہےاورباقی رہنے والا ہےان لوگوں کے لیے جوایمان لائے اورانہوں نے اپنے رب پرتوکل کیا۔وماعلینا الا البلاغ

شاہ بلیغ الدین

نظمِ عثمانی رضی اللہ عنہ

جمعے کا دن ہوتا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے منبر کی طرف بڑھتے اور اس کی ایک سیڑھی پر بیٹھ جاتے۔ موقع جمعے کے خطبے کا ہوتا لیکن حضرت عثمانؓ خطبہ دینے کھڑے نہ ہوتے بلکہ خاموش بیٹھے انتظار کرتے رہتے۔ اتنے میں مسجد کے کسی گوشے میں کوئی اُٹھ کھڑا ہوتا۔ اپنی کوئی مشکل امیر المومنین سے بیان کرتا۔ وہ اس کا حل ڈھونڈتے، اسے مشورہ دیتے۔ کسی کارروائی کی ضرورت ہوتی تو بحیثیت سربراہِ حکومت خود اس کا وعدہ کر لیتے۔ اسلامی مملکت میں اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کے اقتدار کو نافذ کرنے والا اس کا وہ بندہ جو سربراہِ مملکت ہو ہمہ وقت ملت کا خدمت گزار ہوتا ہے۔ ایسا خدمت گزار جو دوسروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوتا ہے۔

مسجد نبوی کی حیثیت سے مسلمانوں کے پارلیمنٹ ہاؤس کی تھی۔ جمعہ کا خطبہ کیا ہوتا پارلیمنٹ کا اجلاس ہوتا۔ اس لیے ذاتی معاملات جن میں حکومت کی توجہ کی ضرورت ہوتی۔ ان کے علاوہ عام شکایات بھی اس موقع پر پیش ہوتیں کہ......فلاں حاکم نے یہ زیادتی کی! فلاں عامل یعنی کمشنر یا ڈپٹی کمشنر یا گورنر کا رویہ عوام کے ساتھ یوں رہا۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ......امیر المومنین منبر کی سیڑھیوں پر بیٹھے‘ ہر ایک کی بات سنتے اور جس بات کا نوٹس لینا ہوتا فوری نوٹس لیتے۔ اس لیے کہ ایک تو خود انہیں خدا کا خوف ہوتا۔ دوسرے رائے عامہ جاگتی ہوتی اور عوام امانت و دیانت کے ساتھ ملک و ملت کے بھلے سوچتے اور اگر نظم و نسق میں کوئی جھول ہوتا تو خلیفۂ وقت کو فوراً ٹوک دیتے۔ لیکن یاد رکھیے یہ کام وہی کر سکتا ہے جو کھوکھلا نعرے باز نہ ہو بلکہ اپنے اعمال پر بھی اسی طرح نظر رکھتا ہو جیسے وہ دوسروں کی گرفت کرتا ہے۔

لوگ دور دور سے مدینۃ النبی جاتے تھے۔ کچھ اس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے روضہ پاک کی زیارت کریں۔ کچھ اس لیے کہ یہ حکومت کا صدر مقام تھا۔ یہاں اہم انتظامی کاموں کا فیصلہ ہوتا۔ یہ سب حضرات جمعہ کی نماز کے وقت پابندی سے مسجد نبوی میں جمع ہوتے۔ اس لیے کہ جمعہ کی اہمیت کو وہ خوب سمجھتے تھے۔ جمعہ آرام یا پک نک کا دن نہیں جمعہ کی نماز کے لیے تیاری کا دن ہے۔ اس کی اہمیت عید کے دن سے بھی زیادہ ہے جو جمعہ کی نماز کی طرف سے غافل رہتا ہے‘ وہ راندۂ درگاہ اور بدنصیب ہوتا ہے۔

ان لوگوں سے جو جمعہ کی نماز میں مدینے کے باہر سے آ کر شریک ہوتے‘ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خاص طور سے ان کے علاقے کے حالات پوچھتے۔ پارلیمنٹ ہاؤس میں یہ حالات بیان ہوتے اس طرح ملک کے گوشے گوشے کے حالات سے وہ باخبر رہتے۔ اپنے عہدہ داروں اور سرکاری ملازموں کی نگرانی میں ان کا بھی وہی حال تھا جو حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کا تھا۔طبری میں ہے حج کا موقع ہوتا تو تمام صوبوں کے حاکموں کو جمع کرتے' ان کا احتساب کرتے۔کوئی اس موقع پر کسی گورنر یا کمشنر کی شکایت کرتا تو فوراً تحقیق کرتے اور جائز شکایت ہوتی تو اس کا ازالہ کرتے۔ویسے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے بردبار، بڑے متحمل انسان تھے مگر بات جہاں ملت کے مسائل کی ہوتی تو وہ بڑے سخت تھے۔اسلامی تاریخ کو جن لوگوں نے مسخ کیا۔انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انتظامی خوبیوں کو بھی کمزوریاں بنا کر پروپیگنڈا کیا ہے مگر تاریخ کا غیر جانبدار مطالعہ بتاتا ہے کہ وہ ملت کے معاملات میں کھرے اور نظم و نسق میں پکے تھے۔خلفائے راشدین میں سب سے بڑی اسلامی مملکت کا کاروبار چلانے والے وہی تھے۔وہ بڑے سے بڑے آدمی کو اس کی غلطی پر ٹوکتے اور اس کا احتساب کرتے۔کس لیے کہ......اگر بڑے بڑے لوگ قانون، اصول اور ضابطوں کی پابندی نہ کریں تو پھر انصاف بھی ممکن نہیں اور امن وامان بھی ممکن نہیں۔حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت ولید بن عتبہؓ بڑے بڑے گورنر تھے۔موقع آیا تو امیر المومنین نے ان کی گرفت کی، ان کے خلاف سخت کارروائیاں کیں۔جسے مناسب سمجھا' معزول کر دیا۔فوج اور انتظامیہ کو الگ الگ رکھا۔

تاریخ طبری ہی میں ہے کہ......سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عمال کے احتساب کے لیے ایک اعلیٰ اختیارات کا ٹریبونل بنایا تھا۔حضرت محمد بن مسلمہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ اس کے ارکان تھے۔جہاں سے جس صوبے، جس گوشے سے شکایت آتی' انہیں وہاں بھیج دیا جاتا۔یہ کام وہی کر سکتا ہے جسے ملت کا مفاد عزیز ہو۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اچھے ایڈمنسٹریٹر تھے لیکن جابر حکمران نہیں تھے۔(''تجلی'')

ہمہ قسم ہومیو کتابوں کا مرکز
ملک ہومیو سٹور
ہمارے ہاں جرمنی، فرانس، بائیوران اور پاکستان
میڈیسن ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہیں
چوک گھنٹہ گھر کچہری روڈ ملتان 0300-7312131

پروفیسر سید اقبالؔ عظیمؒ

حمد باری تعالیٰ

صد شکر کہ یوں وردِ زباں حمد خدا ہے
وہ سب سے بڑا، سب سے بڑا، سب سے بڑا ہے

اس کا کوئی ثانی ، نہ مشابہ ، نہ مقابل
وہ سب سے جدا ، سب سے جدا ، سب سے جدا

وہ رنگ ، یہ خوشبو ، یہ بہاریں ، یہ فضائیں
سب اس کی عطا ، اس کی عطا ، اس کی عطا ہے

کافر ہو کہ مسلم ، کوئی مشرک ہو کہ مؤمن
وہ سب کا خدا ، سب کا خدا ، سب کا خدا ہے

معراجِ عبادات بھی ، معراجِ سخن بھی
صرف اس کی ثناء ، اس کی ثناء ، اس کی ثناء ہے

وہ خالقِ کونین بھی ، رزّاقِ جہاں بھی
وہ ربِّ علیٰ ، ربِّ علیٰ ، ربِّ علیٰ ہے

اقبالؔ لیے جاؤ سدا نام خدا کا
جو دل کی جلا ، غم کی دوا ، دکھ کی شفا ہے

ابوسفیان تائبؔ

نعت رسول مقبول ﷺ

توحید کی مے آ کر پلائی حضور نے
ویران بزم آ کر سجائی حضور نے

دنیا سے کفر و شرک کی تاریکیاں مٹیں
ایمان کی ایسی شمع جلائی حضور نے

حلم و کرم عطا میں کوئی آپ سا نہیں
یہ صفت بے مثال ہے پائی حضور نے

بخشش کی رحمتوں کی گھٹائیں برس پڑیں
ہر غم سے دی ہے ہم کو رہائی حضور نے

جن و بشر مَلِک میں کسی کو نہ مل سکی
عظمت خدا کے بعد ہے پائی حضور نے

پھسلیں نہ دو جہاں میں کسی راہ پر قدم
امت کو دی ہے راہ نمائی حضور نے

روح الامیں سمیت کوئی بھی نہ پا سکا
عرش علیٰ پہ شان جو پائی حضور نے

اک آرزو کلیم کے دل میں ہی رہ گئی
خالق سے کی ہے بزم آرائی حضور نے

ماہ و سراج اور ستارے ترس گئے
نورِ خدا سے لی جو رعنائی حضور نے

تائبؔ نبی کی شان بیاں کیسے کرسکے
بگڑی جہان بھر کی بنائی حضور نے

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

پھلواری سبزہ سچا ہے......

اس شہر سے ہو کر گزرا ہوں جس شہر میں شاہد(۱) رہتا تھا
پرواز تھی اس کی پینٹنگ میں وہ تنگی ترشی سہتا تھا

واں دانش گاہ کی محفل میں وہ موتی رولتا رہتا تھا
احسان تھا اس پر دانش (۲) کا استاد اسے وہ کہتا تھا

پاپاؤں کے شہر میں پہنچا ہوں کیا لینے تو یاں آئے گا
اسلام یہاں آباد نہیں اور باقی سب کچھ پائے گا

کوٹھی کار اور بنگلوں کی بھرمار ہے یاں پر دوست مرے
اور سادہ سچے لوگوں کی بس ہار ہے یاں پر دوست مرے

اقدار یہاں پر بکتی ہیں اور جھوٹ کا بجتا ساز یہاں
پھلواری سبزہ سچا ہے انسان ہے دھوکے باز یہاں

یاں کفر کی آندھی چلتی ہے اور کالک منہ پہ ملتی ہے
ہر لڑکا یاں کا ٹونی ہے ہر لڑکی روزی بنتی ہے

او! پب کلب میں جانے والے کس کے ہاتھ میں جام نہیں
سب ماجے ساجے پیتے ہیں اور کوئی بھی انکل سام نہیں

واں دامنِ کوہ پہ جا کر بھی تسکین کا بالکل نام نہیں
یاں اہل دولت پلتے ہیں مفلس کے لیے آرام نہیں

یاں ہر اک بیری دوجے کا اور مال کو ہر اک پوجے گا
سب رشتے ناتے کُوڑے ہیں کیا رحم کسی کو سوجھے گا

چنچل شوخ جوانی میں جب جوش کی نیّا چلتی ہے
تب کون کسی کا بنتا ہے بس دنیا پھولتی پھلتی ہے

بندوں کے اس قحط میں ہمدم بندے کم ہی ملتے ہیں
جو بندوں نے بندوں کو دیئے ہیں زخم کہاں وہ سلتے ہیں

(۱) پروفیسر ڈاکٹر شکیل احمد شاہد قریشی (۲) شاعرِ مزدور جناب احسان دانش مرحوم

مامون فندی

''الجزیرہ'' کا مشکوک کردار اور چند معصوم سوالات

قطر کے وزیر خارجہ شیخ حمد بن جاسم سے جب بھی میں نے الجزیرہ ٹی وی کے بارے میں سوالات کیئے تو انہوں نے ان کے جوابات گول کر دیئے۔ الجزیرہ ٹی وی چینل کی پراسراریت عوام الناس میں روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اسی چینل کے ایک پروگرام میں جو براہِ راست نشر ہو رہا تھا، میں نے سوال کیا کہ کیا قطر نے امریکی فوج کو اپنے اڈے استعمال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے نیز امریکی طیارے قطر کی فضائی حدود سے گزر کر پڑوسی ممالک پر حملہ کرتے ہیں اور یہی ملک الجزیرہ چینل کو اسامہ بن لادن اور الزرقاوی کے کے مفادات کے لئے بھی استعمال کرتا ہے؟ اس سوال کے بعد الجزیرہ چینل نے میرے خلاف وسیع مہم چلائی۔ الجزیرہ اور قطر کا متضاد رویہ بعض سادہ لوح افراد کے لئے ایک معمہ بن چکا ہے۔ درحقیقت الجزیرہ ایک ''پروپیگنڈہ'' چینل ہے۔ اس نے ایک نیا ڈرامہ رچایا ہے کہ صدر بش، الجزیرہ کے دفتر پر بمباری کرانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس ڈرامے سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ الجزیرہ کی سپر پاور کے ساتھ محاذ آرائی چل رہی ہے۔

الجزیرہ اور قطر کے حوالے سے میرے پاس چھ مثالیں ہیں۔ جن کو پیش کرنے کے بعد مجھے امید ہے کہ قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ الجزیرہ کا اصل روپ کیا ہے۔ حکومت قطر نے اسرائیل کے ساتھ علی الاعلان تجارتی تعلقات قائم کیے جس کے کچھ عرصے بعد اسرائیل نے دوحہ میں اپنے تجارتی دفتر کا افتتاح کیا۔ عین اسی دن الجزیرہ چینل نے فلسطینیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خصوصی پروگرام دکھائے اور ایک نیا پروگرام شروع کیا جسے ''الجزیرہ فورم'' کا نام دیا گیا اور ناظرین کو دعوت دی گئی کہ وہ اسرائیل کے خلاف اپنے تاثرات بیان کرنے کے لیے ہم سے رابطہ کریں۔ دنیا کے مختلف ممالک سے ناظرین نے فون کیے اور اسرائیل کی زبردست مذمت کی۔ یہ پروگرام اس وقت نشر ہو رہا تھا جب قطر میں اسرائیل کا تجارتی دفتر الجزیرہ آفس کے پہلو میں کھولا جا چکا تھا اور یہودی دوحہ میں دندناتے پھر رہے تھے۔ دوحہ میں دو متضاد مناظر دیکھنے کو مل رہے تھے۔ ایک طرف الجزیرہ میں اسرائیل کے خلاف مذمت کا سلسلہ جاری تھا تو دوسری طرف دوحہ میں اسرائیلی تجارتی دفتر کے افتتاح کے موقع پر اعلیٰ ذمہ داران کی مشترکہ تقاریب منعقد کی جا رہی تھیں۔

دوسری مثال اسرائیل نائب وزیر تعلیم کی ہے جنہیں قطر کی شیخہ موزہ، رفاہی تنظیم نے قطر کے تعلیمی اداروں کے دورے کی دعوت دی۔ اسرائیلی وفد جس وقت قطر کے تعلیمی اداروں کا دورہ کر رہا تھا اور تعلیمی نصاب میں ردّ و بدل کی تجاویز دے رہا تھا، اس وقت الجزیرہ پر ایک ایسے شخص کو مدعو کیا گیا جو یہودیوں کو ملعون قوم قرار دے رہا تھا اور چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ امریکہ اور اسرائیل ،عرب ممالک میں تعلیمی نصاب سے قرآن کریم کی بعض آیات کریمہ حذف کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ پروگرام میں ''چلاّنے والا'' شخص امیر قطر سے ۳ لاکھ ڈالر سالانہ وصول کرتا ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ وہ الجزیرہ چینل کے ذریعے عوام الناس کو اپنے انداز میں گمراہ کرے۔ اس طرح کے لوگ کبھی اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اور کبھی عرب قومیت کے بہروپ میں اسرائیل کے اثر و نفوذ پر لوگوں کی توجہ ہٹانے میں مشغول رہتے ہیں۔

الجزیرہ پر ایک مدت سے ''مع ہیکل'' نامی پروگرام دکھایا جا رہا ہے۔ ہیکل، مصر کا ایک معروف صحافی ہے مگر افسوس

کہ الجزیرہ اسے اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے اس پروگرام کو مطلوبہ اہداف حاصل ہوتے ہی بند کر دیا جائے گا۔

اسی ضمن میں ایک اور مثال الجزیرہ پر پیش کیے جانے والے مباحثہ کے کمپیئر فیصل القاسم کی ہے۔ ان کا پروگرام اس وقت عروج کو پہنچا جب امریکی افواج نے اپنے اڈے قطر منتقل کیے۔ فیصل القاسم الجزیرہ کے مذکورہ پروگرام میں امریکی امریکی افواج نے اپنے اڈے قطر منتقل کئے۔ فیصل القاسم، الجزیرہ کے مذکورہ پروگرام میں امریکی افواج کی مذمت کر رہا تھا اور امریکی F-15 طیارے بغداد پر بم برسا رہے تھے۔ ایک معصوم سا سوال یہ ہے کہ احمد منصور مزاحمت کاروں کے جن ٹھکانوں کی عکاسی کرتے تھے، انہی پر امریکی طیارے بمباری کیوں کرتے تھے؟

احمد منصور کی کہانی بھی بڑی عجیب ہے۔ ایک مرتبہ وہ میرے دفتر آئے تو ان کے ساتھ عبدالرحمٰن العمودی نامی شخص بھی آیا۔ دونوں کے گہرے تعلقات تھے۔ الجزیرہ پر العمودی کو امریکہ میں اسلامی تنظیموں کا رہنما بنا کر پیش کیا جاتا تھا۔ یہ وہی العمودی ہے جو آج کل امریکی ریاست ورجینیا کی ایک جیل میں قید ہے۔ اس پر سعودی شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کے قتل کی سازش رچانے کا الزام ہے۔

ایک اور ڈرامہ ''تیسیر علونی'' بھی ہے جسے الجزیرہ میں بڑے دھڑلے سے پیش کیا جاتا ہے۔ مذکورہ شخص افغانستان میں الجزیرہ کا نمائندہ تھا۔ عراق کی جنگ کی کوریج بھی اسی نے کی۔ بعد ازاں اسے اسپین نے القاعدہ کے ساتھ روابط کے الزامات کے تحت گرفتار کر لیا۔ یہاں بھی ایک معصوم سا سوال ہے کہ ''کونسا قاعدہ''؟ اسامہ بن لادن کا یا العدید قاعدہ؟ (یعنی قطر میں العدید نامی امریکی فوجی اڈہ)

الجزیرہ چینل سے ایک پروگرام سری للغایہ (انتہائی خفیہ) نشر ہوتا ہے جس کا روح رواں یسری فودہ ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے القاعدہ کے رہنما رمزی شیبہ سے پاکستان میں انٹرویو کیا تھا اور اس انٹرویو کے نشر ہونے کے ۲ دن بعد ہی امریکی انٹیلی جنس نے رمزی کو گرفتار کر لیا تھا۔ یہاں پھر ایک معصوم سا سوال ہے کہ یسری فودہ نے رمزی شیبہ کو گرفتار کرانے کے لیے کیا کردار ادا کیا تھا؟

یہ اور اسی طرح کے دیگر معصوم سے سوالات، عام ناظر کے ذہن میں بھی ابھرتے ہیں مگر انہیں ان کا جواب کہیں سے نہیں ملتا۔ عام ناظر یہ کیسے یقین کر سکتا ہے کہ سپر پاور سربراہ الجزیرہ کو نشانہ بنانے کا سوچ رہا ہے۔ کہیں یہ ایک نیا ڈرامہ تو نہیں؟ کیونکہ الجزیرہ بہت جلد انگریزی میں نیا چینل شروع کرنے والا ہے۔ برطانیہ کے اخبار ''ڈیلی مرر'' کو اسی نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ صدر بش نے ٹونی بلیئر سے کہا تھا کہ وہ الجزیرہ کو نشانہ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ خبر شائع ہوتے ہی مختلف مغربی ممالک میں الجزیرہ کی حمایت میں جلوس نکلے۔ جن کو الجزیرہ نے ہی براہِ راست نشر کیا۔

قطری وزیر خارجہ سے جب بھی میں الجزیرہ کے بارے میں کوئی سوال کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ الجزیرہ جیسے آزاد چینل کو بند کرنے کے لیے قطر پر امریکہ سمیت مغربی ممالک کا بے انتہا دباؤ ہے۔ میں ان کی بات سن کر مصنوعی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہوں ''لا یا شیخ'' (یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟)

(بشکریہ: ''الشرق الاوسط''، ترجمہ: روزنامہ ''اردو نیوز'' جدہ ۱۸/ دسمبر ۲۰۰۵)

سید محمد معاویہ بخاری

وہ کس ملک کی رعایا ہیں؟

کسی دانا کا قول ہے کہ طاقتور کی دوستی (کسی نوعیت سے ہو) اس کی دشمنی سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ کیونکہ دشمنی میں تو وہ صرف مارتا ہی ہے لیکن دوستی میں وہ پہلے جبر کے ساتھ سیاہ کاریوں پر اکساتا ہے اور حکم عدولی پر آنکھیں دکھاتا، مارتا اور پھر رونے چیخنے بھی نہیں دیتا۔ یعنی اس کا ہر جبر دوستی کی آڑ میں جاری رہتا ہے۔ یوں نادان و ناتواں لوگ اپنے زخم آلود ہاتھوں اور اکھڑی سانسوں سے مشقت کرتے، طاقتور دوست کی جھولیاں بھرتے اور اس کی مرادیں برلانے کے لیے بوجھ ڈھونے والے اس جانور کی طرح خدمات سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ جو اپنی کمر پر برسنے والی لاٹھیوں اور ناسور بنے رستے زخموں سے بے نیاز ہو چکا ہو۔ عہد حاضر میں عالمی سیاسی تعلقات کے حوالہ سے نو مرتب شدہ لغت بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ طاقتور اور کمزور کے مابین یک طرفہ دوستانہ تعلقات کے معنی اور اس کے اصول وضوابط وہی ہیں جو ایک عفریت مآب قوت نے خود سے وضع کر رکھے ہیں۔ ایک محبوب نظر مملکت یا ایک کشادہ رو فرمانبردار فرنٹ لائن سٹیٹ کا اعزازی تمغہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے اور اس کے لیے کیسی شرائط کی پابندی اور کن ضابطوں کا مطیع ہونا لازمی ہے؟ نائن الیون کے بعد یہ دائرہ کار بھی ایک طاقتور ہی طے کر رہا ہے۔

گزشتہ ۵۸ برسوں کے دوران ہم نے Might is Right کے فارمولے پر کاربند امریکہ بہادر سے دوستی کے ہزاروں رنگ وروپ دیکھے ہیں اور اسی بے ڈھنگ و بے توازن دوستی کے طفیل ہی فرنٹ لائن سٹیٹ کا بے پال و پر ''ہما'' متعدد بار ہمارے سروں پر بٹھایا جا چکا ہے۔ بے شک کوئی تسلیم نہ کرے مگر اس کا بنیادی سبب وہ انفرادی فیصلے تھے جن کے بھیانک نتائج مجموعی طور پر قوم کے حصے میں آئے۔ ہر فیصلہ کے وقت قومی مفادات کی اندھی لاٹھی سے قوم کو ہانکا گیا اور بھیڑ بکریوں کی طرح ایک دائرہ میں بند کر کے خونخوار درندوں کے سامنے پھینک دیا گیا۔ امریکی دوستی پر مبنی ہماری تاریخ کا ایک ایک باب عہد بہ عہد اس ماہر قصاب کی پکڑ، اس کی چابکدستی، موقع پرستی اور لمحہ بھر میں حلقوم کاٹنے کی منافقانہ تدبیروں کی تلخ داستانوں سے بھرا پڑا ہے۔ لیکن بدبختی کی انتہا یہ ہے کہ عبرت ناک ماضی کے یہ تلخ واقعات ہمارے لیے اصلاح احوال کا ذریعہ کبھی نہیں بن سکے اور ہم آج تک اسی محسن کش ظالم وقاتل کے ہم رکاب ہیں جو ہماری بے بسی کا تماشا دیکھنے کا عادی ہو چکا ہے۔ اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ امریکہ سے یک طرفہ دوستی کی قیمت جس طرح اہل پاکستان نے چکائی ہے۔ ماضی قریب وبعید میں اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ دوسری طرف مہذب دنیا کے آزاد وخودمختار ممالک ہیں جنھوں نے سپر طاقت سے تعلقات کی بنیاد برابری پر استوار کر رکھی ہے، کسی ملک نے بھی آج تک ہنستے مسکراتے نہ اپنی

سرزمین امریکہ کے حوالے کی ہے اور نہ اپنے لوگ۔ مگر ہم یہ کارنامہ بھی بلا جھجک سرانجام دے چکے ہیں۔ یہ کیسا المیہ ہے کہ قوم کو اعتدال پسندی کا سبق دینے والے خود کبھی حد اعتدال تک نہیں پہنچ سکے۔ تمام فیصلے ایسی حالت میں اور اس بنیاد پر کیے گئے کہ قومی مفاد کا عنوان ہی اپنی وقعت کھو بیٹھا۔ وزیرستان میں فوج کشی کا عمل امریکی انتظامیہ کے حکم پر شروع کیا گیا تھا اور ہم یہ مہلک فیصلہ کرتے ہوئے اس سازش کا ادراک نہیں کر سکتے تھے کہ اس کے نتائج ایک ہی ملک کی فوج اور عوام کے مابین تصادم کی صورت میں رونما ہوں گے۔ ہمارے قبائلی علاقوں کے آزاد منش باسیوں اور ملک وقوم کے وفاداروں نے عسکری مداخلت پر معمولی احتجاج سے تجاوز نہیں کیا تھا۔ سنگلاخ وادیوں کے مکینوں نے قومی مفاد کے نعرہ کو بے توقیری سے بچانے کے لیے مکمل فوجی آپریشن بھی خندۂ پیشانی سے قبول کر لیے تھے مگر پھر طاقتور دوست کی من مانیاں بڑھنے لگیں اور اس کی خونخوار خواہشوں اور ہولناک ارادوں کی نقاب کشائی بھی رفتہ رفتہ ہونے لگی۔ قومی پریس اور عالمی میڈیائی رپورٹیں شاہد ہیں کہ وزیرستان اور افغان سرحد سے ملحقہ قبائلی علاقوں میں بے گناہوں پر بارود کی بارش گزشتہ تین برسوں سے معمول بن چکی ہے۔ سپر طاقت کے انٹیلی جنس ادارے کسی بھی شخص اور کسی بھی گھر کے مکینوں کو دہشت گردوں کا معاون قرار دے کر ہلہ بول دیتے ہیں۔ میڈیائی رپورٹوں کے مطابق پچھلے چند برسوں کے دوران ۲۲ سے زیادہ افسوسناک واقعات رونما ہو چکے ہیں جن میں بے گناہوں کا خون ناحق بہایا جا چکا ہے اور یہ سلسلہ ابھی تک پوری رعونت کے ساتھ جاری وساری ہے۔ صرف ۲۰۰۵ء میں ۷ ایسے واقعات رپورٹ ہو چکے ہیں لیکن ملکی سطح پر جاری سیاسی دھینگا مشتی کے غبار میں ان خونبار واقعات کا دھواں تک نہیں دیکھا جا سکا۔

اخباری اطلاعات کے مطابق ۱۳ جنوری کو ایک بار پھر دہشت گردوں کا تعاقب کرتے ہوئے امریکی طیاروں نے باجوڑ ایجنسی کے ایک سرحدی گاؤں کو روند ڈالا ہے۔ سردرات کے آخری پہر کیے گئے۔ اس میزائل حملے میں تحصیل ''ماموند'' کے گاؤں ''ڈمہ ڈولہ'' کے تین گھروں کو نشانہ بنایا گیا۔ جس میں بخت پور، محمد رحیم اور باچہ خان کے مکانات مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔ جبکہ شاہ زمان نامی شخص اپنے بیوی بچوں کو بمشکل بچا سکا۔ ابتدائی اطلاعات میں جاں بحق ہونے والوں کی تعداد ۱۸ بتائی گئی تھی۔ لیکن حملے سے متاثرہ علاقے کا دورہ کرنے والے معروف صحافی رحیم اللہ یوسف زئی کے مطابق ایک ہی خاندان کے ۱۳ افراد کی قبریں انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ ان قبروں میں عورتیں بھی ہیں اور معصوم بچے بھی، بوڑھے بھی اور جوان رعنا بھی۔ کہتے ہیں کہ پاکستان نے اس حملہ پر امریکی انتظامیہ سے احتجاج کیا ہے۔ چند ڈرامائی بیانات میری نظروں سے بھی گزرے ہیں۔ ابتدائی طور پر صورت حال یہ تھی کہ آئی ایس پی آر کے ڈائریکٹر جنرل میجر شوکت سلطان کے محتاط بیانات سے اندازہ ہو رہا تھا جیسے وہ کھلی بات نہیں کہنا چاہتے۔ ترجمان دفتر خارجہ کا لب ولہجہ بھی حد احتیاط سے تجاوز نہیں کر سکا تھا۔ امریکی فوجی کمانڈ سے حکومتی سطح پر احتجاج کیے جانے کے باوجود کہا جا رہا تھا کہ ہم تحقیقات کر رہے ہیں اور ثبوت تلاش کیے جا رہے ہیں۔ دو روز بعد ہمارے وزیر اعظم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم دہشت گردوں کے خلاف

کارروائی اپنے مفاد میں کررہے ہیں۔(نوائے وقت۔۱۵؍جنوری)

مزید فرمایا کہ باجوڑ پرحملہ افسوسناک ہے لیکن اس کی وجہ سے دورۂ امریکہ منسوخ نہیں کروں گا۔(نوائے وقت ۔۱۶؍جنوری)وزیرخارجہ خورشید قصوری کہتے ہیں کہ باجوڑ پرحملہ ہماری خودمختاری کی خلاف ورزی ہے۔ہمیں ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی کہ ایمن الظواہری حملے کے وقت وہاں موجود تھے۔(نوائے وقت۔۱۶؍جنوری)وزیراطلاعات شیخ رشید فرماتے ہیں کہ باجوڑ ایجنسی کا واقعہ انتہائی قابل مذمت ہے۔ہمیں قیمتی جانوں کے ضیاع پر گہرا دکھ ہے اور ہم عوام کو یقین دلاتے ہیں کہ آئندہ ایسا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوگا۔(نوائے وقت۔۱۵؍جنوری)وزیرداخلہ آفتاب احمد شیر پاؤ کہتے ہیں کہ''دونوں ممالک کی انٹیلی جنس ایجنسیوں میں قریبی روابط ہیں مگر ہمیں اس (حملہ) بارے بالکل آگاہ نہیں کیا گیا۔ایمن الظواہری کے بارے میں ہمیں بتایا جاتا تو ہم خود کارروائی کرتے۔ہم نے امریکہ پر واضح کردیا ہے کہ آئندہ ایسا واقعہ نہیں ہونا چاہیے۔(نوائے وقت۔۱۶؍جنوری)

پاکستان کی زمینی اور فضائی حدود کی خلاف ورزی کا یہ پہلا واقعہ نہیں تھا اور یقیناً آخری بھی نہیں ہے کیونکہ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے علاوہ سیکرٹری خارجہ کنڈ ولیز ارائس،سینیٹر جان میکنن اور امریکی محکمہ دفاع کے بیانات کی تندی صاف بتارہی ہے کہ ہماری سالمیت وخودمختاری آئندہ بھی تماشا بنتی رہے گی۔اور ہمارے قومی وقار کا مذاق اسی طرح اڑایا جاتا رہے گا۔پاکستانی حکومت کے ذمہ داراوں کے بیانات جس قدر رکھوکھلے اور کمزور ہیں۔امریکی انتظامیہ کی ہٹ دھرمی اتنی ہی سخت نظر آرہی ہے ۔چنانچہ اسی واقعہ کے حوالہ سے پاکستانی احتجاج کا جواب سیکرٹری خارجہ کنڈ ولیز ارائس نے یہ دیا ہے کہ پاکستان سرحد پر امریکی کارروائیاں درست ہیں۔باجوڑ حملے پر پاکستان کے خدشات دور کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ اس کارروائی سے پاکستانی حکومت کو مشکل صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔پاکستانی عوام اور حکومت سے کہوں گی کہ دہشت گردی کے خلاف ہم اتحادی ہیں ۔لہٰذا القاعدہ اور طالبان سے نرمی نہیں برت سکتے۔القاعدہ پاکستان کے لیے بڑا خطرہ ہے جو ملک کو انتہا پسندی کی طرف دھکیل سکتا ہے۔(نوائے وقت۔۱۷؍جنوری)کوئی نہیں جانتا کہ میزائل حملے میں زندگی ہارنے والی بے گناہ خواتین اور معصوم بچوں میں سے کون انتہا پسند اور پاکستان کے لیے بڑا خطرہ تھا؟امریکی ری پبلکن سینیٹر جان میکنن کا کہنا ہے کہ باجوڑ پر حملے کے بارے میں پاکستان کو قبل از وقت آگاہ کردیا گیا۔سینیٹر جان میکنن نے مزید کہا کہ ہم آئندہ ایسی کارروائیاں نہ ہونے کی ضمانت نہیں دے سکتے۔بے گناہ شہریوں کے بہیمانہ قتل عام پر جان میکنن نے بغیر کسی لگی لپٹی کے کہا کہ ایسے معاملات میں نقصانات کو نہیں روکا جاسکتا۔(نوائے وقت۔۱۷؍جنوری)امریکی محکمہ دفاع کی جانب سے جاری کردہ بیان میں کہا گیا ہے کہ پاکستانی حکام سرحدی علاقے میں کسی آپریشن میں شریک ہیں نہ کارروائی میں یہ اقدام امریکی افواج نے سی آئی اے کے جاسوس طیاروں کی فراہم کردہ معلومات کے بعد اٹھایا تھا۔(نوائے وقت۔۱۷جنوری)

جناب رحیم اللہ یوسف زئی کے بقول باجوڑ شہر سے ۱۲کلومیٹر دوری پر واقع تحصیل ماموند کا گاؤں''ڈمہ

ڈولہ'' افغان سرحد سے ۴۰ کلومیٹر دور ہے۔ یہ علاقہ تحریک نفاذ شریعت کے سربراہ مولانا صوفی محمد کے معتقدمین کا شمار کیا جاتا ہے۔ مالاکنڈ اور باجوڑ کے علاقے افغانستان پر امریکی تسلط کے فوراً بعد ہی زیرعتاب آگئے تھے۔ امریکی خفیہ اداروں کے اہلکار اپنی دوررس انداز ٹیکنالوجی کے ساتھ ان دور افتادہ علاقوں کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔ انہیں طالبان کی باقیات سمیت عرب، چیچن، ازبک، تاجک اور دیگر نسل وقوم کے جنگجوؤں کی تلاش ہے' امریکی انٹیلی جنس ادارے پاکستان سے کیے گئے 'ایک معاہدے کے تحت انٹیلی جنس آپریشن کی حد تک آزاد ہیں لیکن کسی عسکری کارروائی کی اجازت انہیں نہیں دی گئی۔ ضابطے کے مطابق امریکی انٹیلی جنس اداروں کے نزدیک مشکوک مقامات کی نشاندہی کے بعد اس کی اطلاع پاکستانی ہائی کمانڈ کو دی جانی ضروری ہے۔ اس کے بعد پاکستانی سیکورٹی فورسز اپنے دائرہ کار کے مطابق مشکوک مقامات پر سرچ آپریشن کرتی ہیں اور ضروری ہو تو فوجی ایکشن سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ لیکن گزشتہ برسوں کے دوران جنوبی وزیرستان، شمالی وزیرستان، مالاکنڈ اور باجوڑ سمیت افغان سرحد سے ملحق دیگر علاقوں میں ہونے والے کئی خفیہ آپریشن ایسے تھے جن کی پیشگی اطلاع امریکی انٹیلی جنس اداروں نے پاک فوج کو فراہم نہیں کی۔ بلکہ افغانستان میں تعینات اپنی فوجوں کے ذریعہ آپریشنز کیے گئے۔ جن کے بارے میں تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ محض شک کی بنیاد پر کیے گئے' ان حملوں میں کوئی مطلوبہ ٹارگٹ حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہ واقعات ایسے نہیں تھے کہ ان پر خاموش رہا جاتا لیکن کسی ایک موقع پر بھی امریکی انتظامیہ سے کیے جانے والے احتجاج کی نوعیت ایسی نہیں تھی جسے حقیقت میں احتجاج قرار دیا جاسکتا ہو، تحقیقات کرنے، ثبوت لانے اور پھر احتجاج ریکارڈ کرانے کی خبروں نے پوری قوم کو مایوس و ہراساں کر رکھا ہے۔ باجوڑ ایجنسی کے علاقہ میں ہونے والے حالیہ آپریشن کے بعد امریکی انتظامیہ کی جانب سے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ ہم نے پاکستان کو اس حملہ کی پیشگی اطلاع دے دی تھی۔ پاکستان میں تعینات امریکی انٹیلی جنس اداروں کے ذمہ داروں کے مطابق انہیں اطلاع ملی تھی کہ اسامہ بن لادن کے قریبی ساتھی ایمن الظواہری کسی کی دعوت پر وہاں آنے والے ہیں یا وہاں موجود ہیں۔ چنانچہ اس اطلاع کی بنیاد پر میزائل بردار امریکی طیاروں سے حملہ کیا گیا اور مطلوبہ ٹارگٹ پر موجود تین مکانات تباہ کر دیئے گئے۔ امریکی نشریاتی ادارے سی این این کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق ایمن الظواہری سمیت القاعدہ کے پانچ سرکردہ لیڈر اس حملے میں مارے گئے تھے لیکن بعدازاں منکشف ہونے والے حقائق نے ثابت کیا کہ گزشتہ چار برسوں کے دوران ہونے والے متعدد ناکام آپریشنز کی طرح امریکی انٹیلی جنس نے ایک بار پھر غلط معلومات کے تحت حملہ کرایا تھا۔ جس کے نتیجہ میں 13 بے

گناہ جن میں ۸ عورتیں اور ۳ بچے بھی شامل ہیں' جان گنوا بیٹھے۔ اس واقعے سے کوئی ہفتہ بھر قبل ۷ جنوری ۲۰۰۶ء کو بھی ایک فضائی حملہ کیا گیا تھا۔ جس میں ۱۸ افراد جاں بحق اور ۷ زخمی ہوگئے تھے۔ (عینی شاہدین) مقامی لوگوں کے مطابق میران شاہ سے ۱۲ کلومیٹر دور مغرب میں افغان سرحد کے قریب واقع ''سیدگئ'' کے علاقہ میں مولانا حاجی نور محمد کے گھر پر بمباری کی گئی۔ مولانا نور احمد خود اور ان کے اہل خانہ ایک خاتون دو بچوں سمیت ۱۸ افراد جاں بحق ہوگئے۔ یہ حملہ محض فضائی نہیں تھا بلکہ

زمین سے بھی پاکستانی حدود کی خلاف ورزی کی گئی تھی اور سرحد پار سے آئے ہوئے امریکی فوجیوں نے گلابت شاہ اور احمد خان سمیت پانچ افراد کو گرفتار کیا اور اپنے ہمراہ لے گئے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق پاکستانی حکام نے امریکی سفیر کو دفتر خارجہ طلب کر کے شدید احتجاج کیا ہے۔ مگر حقیقت میں کوئی نہیں جانتا کس نے کس کو طلب کیا اور کس نے کس سے کیا کہا؟ خبروں اور میڈیا رپورٹوں پر انحصار کرنے والے سادہ لوح عوام اس پر بھی شکر گزار ہیں کہ کمزور ہی سہی مگر احتجاج کیا گیا ہے۔ لیکن امریکی محکمۂ دفاع، سیکرٹری خارجہ کنڈولیزا رائس اور سینٹر جان میکنن کے بیانات سے عوام پریشان بھی ہیں۔ جن میں بالاصرار حکومت پاکستان کو مطلع کر دیا گیا ہے کہ ابھی فوری احتجاج کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ حملے آئندہ بھی جاری رہیں گے۔ لہٰذا جب تک حملے ہوتے رہیں تب تک اپنے احتجاجوں کو تاریخ وار جمع کرتے رہو۔ شاید کسی موقع پر کام آجائیں۔ پاکستانی عوام نے دو روز قبل صدر مملکت کا دل نشیں اور معلومات افزا خطاب بھی سنا ہے۔ قوم منتظر تھی کہ شاید سربراہ مملکت دل رکھنے کو سہی مگر چند لفظوں میں امریکی حملے کی مذمت ضرور کریں گے اور مرنے والوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے چند حرفِ تسلی بھی دے ڈالیں گے۔ مگر نصیحتوں، ترغیبوں بھرا خطاب لاجواب جیسے شروع ہوا تھا ویسے ہی ختم ہو گیا۔ ایک سربراہِ مملکت سے ایسا سہواً ہوا...... بات سمجھ میں نہیں آئی۔ صدر مملکت نے جہاں تمام اہم قومی معاملات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا انہیں چاہیے تھا کہ وہ باجوڑ ایجنسی کے نواحی علاقے میں رونما ہونے والے واقعہ پر بھی قوم کو نہ صرف اعتماد میں لیتے بلکہ ان حرماں نصیبوں کی دلجوئی کے لیے چند کلمات بھی ارشاد فرما دیتے تو اچھا ہوتا جو ابھی تک نہیں جان سکے کہ وہ کس ملک کی رعایا ہیں اور انہیں بے رحم درندوں کے سامنے کیوں ڈال دیا گیا ہے؟ وہ جاننا چاہتے ہیں کہ انہیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے اور وہ کب تک چیتھڑوں میں بٹی اپنے پیاروں کی لاشیں دفناتے رہیں گے۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 0641-462501

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

احرار اور موجودہ سرمایہ دارانہ نظمِ معیشت

آج بھارت اور پاکستان کو قائم ہوئے ۵۹/۵۸ برس ہو چکے ہیں۔ لیکن غریب نہ تو بھارت میں خوش ہیں اور نہ ہی پاکستان میں آسودہ حال۔ ان دونوں ملکوں میں آج بھی وہی صورتحال ہے جو قیام پاکستان سے پہلے تھی۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو اس سے بھی بدتر۔ کبھی کسی نے سوچا کہ ایسا کیوں ہے؟ محض اس لیے کہ دونوں ملکوں میں عنانِ حکومت مجموعی طور پر سرمایہ پرست لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ دونوں ملکوں کے اندر ''نظریۂ انفرادیت'' کے تحت سارا نظام حکومت چلتا ہے۔ اور جمہوریت اس نظریۂ انفرادیت کے تحت قائم ہونے والے نظام کا سیاسی لازمہ ہے۔ جو کہنے کو عوام کی حکومت کہلاتی ہے لیکن دراصل سرمایہ داروں کے ہاتھ میں وہ تیغِ کارزاری ہے جس کے ذریعے غریب اور مفلس انسانوں کی تمناؤں کا خون ہوتا ہے۔ یہ انگریز کا عطا کردہ ایسا نظامِ حکومت ہے کہ جس میں غریب آدمی کی حالت کبھی سدھری ہے اور نہ اس کے سدھرنے کی کوئی توقع ہے۔ یہ ایک خوبصورت اور دل آویز دھوکا ہے جو برطانوی شاطر جاتے ہوئے ہمیں دے گئے ہیں۔ کہنے کو تو یہ ''عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام کے لیے'' ہے۔ لیکن جمہوریت کے اس سارے کھیل کو اگر بغور دیکھا جائے تو یہ سرمایہ داروں کی حکومت، سرمایہ داروں کے ذریعے' سرمایہ داروں کے مفاد کے لیے قائم ہوتی ہے۔ احرار اس نظامِ حکومت کے اسی لیے خلاف ہیں کہ اس کے تحت غریب لوگوں کے مسائل کا حل ممکن ہے اور اللہ کی حاکمیت کے قیام کی کوئی صورت نظر آتی ہے۔ خود پاکستان کے آئین میں اللہ کی حاکمیت کا اعلان اس لیے بے اثر ہو کر رہ گیا ہے کہ آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت عوامی نمائندوں کے ذریعے قائم کی جانے کی شرط موجود ہے۔ اب اگر عوامی نمائندوں کا اپنا کاروبارِ زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق نہیں تو وہ ایک ملک پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کیا قائم کریں گے؟ بقولِ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

> ''جو لوگ اپنی ڈھائی من کی لاش اور چھے فٹ کے قد پر اسلام نافذ نہیں کر سکتے۔ جن کا اٹھنا بیٹھنا، چال چلن، لین دین، وضع قطع، شکل وصورت غرضیکہ زندگی کے معمولات کا کوئی حصہ اسلام کے مطابق نہیں تو وہ ایک ملک پر اسلام کی حکومت کیا قائم کریں گے۔ یہ ایک فریب ہے اور ہم یہ فریب کھانے کے لیے تیار نہیں۔''

احرار اپنے یوم تاسیس سے لے کر آج تک اپنی اس بات پر بڑی شدّت کے ساتھ قائم ہیں کہ ایسے نظام کی تردید میں اپنا پورا زور صرف کر دیں گے۔ جس میں نہ غریبوں کے مفادات کا تحفظ ہے نہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا کوئی تصور ابھرتا ہے۔ احرار' مسلم لیگ نزاع اور اختلاف کا اصل سبب قیام پاکستان سے پہلے اور بعد بھی احرار کا یہی سچا اور کھرا موقف ہے جسے مسلم لیگ کا سرمایہ پرست مزاج قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کیونکہ سرمایہ پرستوں کے وارے نیارے اسی نظام

جمہوریت کی وجہ سے ہیں۔جبکہ احرار اس بات پر سختی کے ساتھ قائم ہیں کہ اسلام میں ملکیت اور سرمایہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔وسائل دولت پر کسی فردِ واحد کو نہ تصرّف حاصل ہے اور نہ کسی جماعت کو۔ بلکہ یہ حق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔اسلام نے سیاست اور معیشت کے میدان میں واضح طور پر بنیادی اصولوں کی نشاندہی کر دی ہے۔جن کے تحت سیاست میں حقیقی حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اسی طرح وسائل معیشت بھی اللہ کے ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کُل مخلوق کی معاشی بہتری کے لئے استعمال ہوتے ہیں نہ کہ ایک مخصوص جماعت کے لیے۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون — کون دریاؤں کی موجوں سے اُٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھّم سے بادِ سازگار — خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے نورِ آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب — موسموں کو کس نے سکھائی ہے خوئے انقلاب
دِہ خدا یہ زمین تیری نہیں ، تیری نہیں — ترے آبا کی نہیں ، تیری نہیں ، میری نہیں

(اقبالؒ)

دین اسلام محض معاشرتی زندگی یا انسان کی سیاسی زندگی کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام نہیں دیتا۔ بلکہ اقتصادی زندگی میں بھی ایسے بنیادی اُصول ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر ہم نہ صرف اپنے اقتصادی حالات کو بہتر بنا سکتے ہیں بلکہ اپنی معاشرتی اور سیاسی زندگی کو بھی سنوار سکتے ہیں۔اقتصادیات' کتاب زندگی کا اہم باب ہے جو زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے۔حتیٰ کہ ہماری اخلاقی زندگی پر بھی اس کا شدید اثر پڑتا ہے۔اس لئے اقتصادیات کو نظر انداز کر کے زندگی کے کسی شعبے میں بھی انسان اطمینان حاصل نہیں کر سکتا۔

قیام پاکستان کا ایک عظیم مقصد مسلمانوں کی اقتصادی ترقی اور معاشی خوش حالی بھی ہے۔ پاک و ہند کے مسلمان ہندو جاگیردار اور ہندو بنئے کی گرفت میں معاشی طور پر جکڑے ہوئے تھے۔احرار نے اس گرفت کو ڈھیلا کرنے کے لئے ریاست کپورتھلہ میں تحریک شروع کی تھی جسے ہندو اور مسلمان سرمایہ پرستوں کے عدم تعاون نے محض زمینداروں کی تحریک بنا کے رکھ دیا۔ان حالات سے نجات حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں نے تحریک پاکستان کا ساتھ دیا تا کہ اسکے نتیجہ میں ایک ایسا معاشرہ قائم ہو سکے جسکی معاشی و اقتصادی ترقی کو اسلام کے معاشی اصولوں کے مطابق ترتیب دیا جائے چنانچہ اسلام کے معاشی اصولوں کو عملی طور پر ایک خطہٗ زمین پر نافذ کر کے ''نظریۂ انفرادیت اور نظریۂ اشتراکیت'' کے علمبرداروں اسلام کے معاشی اصولوں اور معاشی نظام کی عظمت قائم کرنا بھی پاکستان کے بنیادی مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد ہے۔

احرار اس حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہوئے کوئی جھجھک محسوس نہیں کرتے کہ اسلام کے سیاسی نظام کی کامیابی کا انحصار بھی اسلام کے معاشی اصولوں پر عمل کرنے پر ہی ہے۔ اسلام کے معاشی اصولوں کو پسِ پشت ڈال کر یا انہیں فراموش کر کے اسلام کے سیاسی اصولوں کے نفاذ کی بات کرنا دراصل اسلامی نظام حکومت (حکومت الٰہیہ) کو ناکام بنانے کی ایک ناپاک سازش اور کوشش ہے۔جس کی مخالفت کرنا مجلس احرار اسلام اپنا دینی فریضہ سمجھتی ہے۔مفکرِ احرار چودھری افضل حق

رحمتہ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب ''دین اسلام'' میں سرمایہ دارانہ نظام معیشت (جو نظریۂ انفرادیت کا معاشی حصہ ہے) پر اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

''اسلام دنیا میں عادلانہ اور مساویانہ نظامِ حکومت پیش کرتا ہے۔ وہ سرمائے کو سوائے بیت المال کے اشخاص کے ہاتھ میں اکٹھا نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس لیے سود کی حرمت اور جمع زر کی مذمت کرتا ہے۔ قرونِ اولیٰ میں اگر کوئی مسلمان سرمایہ دار نظر آتا ہے تو وہ انگریزی زبان کے مطابق ایسی استثناء ہے جو عام قانون کو ہی ثابت کرتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سرمایہ داری آج کل کی سرمایہ داری کی طرح بے راہ رو سرمایہ داری نہ تھی۔ بلکہ اُن کی زندگی سرمایہ داری کے باوجود ایک عام عربی کی زندگی تھی۔ اُنھوں نے خرچ میں کوئی امتیاز نہ رکھا تھا۔ وہ اپنے مال کا اپنے آپ کو امین سمجھتے تھے۔ اس لئے مجال ہے کہ کبھی اسراف کیا ہو اور دنیا کی زینت فراہم کرنے کے لئے خرچ اُٹھایا ہو۔ اُن کا مال سوائے جماعتی اور قومی کاموں کے کہیں خرچ نہ ہوتا تھا۔ مزدور کا پہلے خون نچوڑنا اور سود لینا پھر اس کا ایک حصہ عوام پر خرچ کر کے مخیّر کہلانا مذموم فعل ہے۔ پہلے مزدوروں اور کسانوں کو بھوکا مرتے دیکھنا پھر مرنے پر کفن ڈالنا رحم دلی نہیں اپنے سرمائے کا بے وقت اظہار ہے۔ ایسی خیرات کو بند کرنے کے لیے بیت المال کو مضبوط کرنا سب سے بڑی نیکی ہے تا کہ ملک میں مساوات قائم کرنے کی باتیں مضبوط ہوں، اور حاجت مند بطور حق بیت المال سے درد حاصل کریں۔

سونے کے گڑوے میں آبِ زم زم ڈال دیں۔ اگر پیندے میں چھید ہوگا تو پانی سارا بہ جائے گا۔ سرمایہ دارانہ نظام میں اسلام چھدا ہوا برتن ہے۔ اگر سونے چاندی کے پہاڑ بھی مسلمانوں کے حوالے کر دیئے جائیں تو بھی وہ ایک دن افلاس کی موجودہ حالت کو پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ اُن کا سارا لٹریچر، زر کے لالچ سے بے نیاز ہونے کا درس دیتا ہے۔ اور عام مسلمانوں نے مذہب میں اُن کی ہی لیڈری قبول کی ہے کہ جن کے گھروں میں چور، دن کو بھی آ کر مایوس جاتے ہیں۔ جن کا بادشاہوں اور امیروں کے لٹریچر میں کہیں ذکر نہیں۔ ایسی تعلیم اور ماحول مسلمانوں کو بڑے بنکوں، انشورنس کمپنیوں کو چلا کر امیر بننے پر زور دینا، عربی پڑھا کر سنسکرت کے اعلیٰ امتحان میں کامیاب بنانے کی امید دلاتا ہے۔ پختہ رائے یہی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں مسلمان ہمیشہ ماہی بے آب اور طائرِ بے ہوا رہے گا۔ وہ صرف ایسے نظامِ حکومت میں آسودہ رہ سکتا ہے۔ جو کامل اقتصادی بنیادوں پر قائم ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے مکاشفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ایک دفعہ مجھے دربارِ اقدس میں حاضری کا شرف ہوا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ موجودہ دور میں نظامِ حکومت کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا:

''عادلانہ نظامِ حکومت قائم کرنے سے پہلے سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ انقلاب پیدا کر کے موجودہ دور کے تمام نظام ہائے حکومت کو درہم برہم کر دیا جائے۔'' ''فک کل نظام''

روح کی رفعتوں سے ناواقف خواہ مکاشفات کا مذاق اُڑائے۔ عقل تاریخی شہادت کی بنا پر رسول پاک ﷺ سے کسی مشورے کی امید نہیں رکھ سکتی۔ اگر چودہ سو سال پہلے غریبوں کو حکومت پر حاوی کرنے والا نبی ﷺ ہمارے درمیان

آ جائے تو پھر یقیناً دنیا کے سرمایہ دارانہ نظام کو درہم برہم کرنے میں اپنی جوانی کی ساری بہاریں قربان کر دے اور تمام اُمور میں خلیفہ وعمال حکومت اور رعایا کے حقوق یکساں کر دے۔ کیونکہ مساوی نظام کے بغیر عدل قائم ہی نہیں ہوسکتا۔ مگر اس نقطہ کو وہ نہیں سمجھ سکتے جنہوں نے مفلسی کا جائزہ نہیں لیا۔ افلاس زدہ اولاد کے غمگیں چہروں پر نگاہ نہیں کی۔ پس وہ عبادت کھرا سونا ہے جو دل میں مخلوقِ خدا کے لئے رحم پیدا کرے اور پھر خدمت کے لئے بے پناہ جذبے کی تحریک پیدا کرے۔ خدمت خلق اور رحم کی بہترین صورت عادلانہ اور مساویہ نظام حکومت ہے۔ دنیا کی صعوبتوں کا علاج، عبادت کا حاصل اور خدمت انسانی کی اجتماعی صورت کو سمجھ کر قائم کیا گیا ہے۔ اس لیے ایسا نظام قائم کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ اس میں جو حصہ لے گا، اس کے لیے مال وجان کی قربانی کرے گا وہ خدا کا محبوب ہوگا۔ یاد رکھو خود غرضی اور انانیت وہ شیطانی جذبات ہیں جو بدمعاشی کو قبول کرنے والے دلوں میں ہی نہیں پیدا ہوتے بلکہ نیک آدمیوں کے دلوں کو مسخر کر کے اندر آ گھستے ہیں

سرمایہ داری ان دونوں رذیل جذبوں کی پروردگار ہے اس سے خود بچنا اور دوسروں کا بچانا خدا کی عبادت اور مخلوق کی بہترین خدمت ہے۔ اس کی صحیح صورت دنیا میں مساویانہ نظام ہے۔ غیر مساویانہ یعنی سرمایہ دارانہ نظام میں شیطان جگہ جگہ دامِ فریب پھیلائے رکھتا ہے۔ اسلام مساوات کا پیغام ہے۔ غیر مساوی نظام اسلام سے کھلا جنگی اعلان ہے اس لئے ہمارے مذہبی لٹریچر میں شہنشاہوں، سرمایہ داروں کی کوئی جگہ نہیں۔ سرمایہ داری کی مذمت میں قرآن نے تکرار سے بیان کیا ہے۔ باوجود یہ کہ مسلمان اس کی نفرت سے بے پروا ہوگیا۔ آج ہم دنیا کو کس زبان سے یقین دلائیں کہ ہماری عبادات اور مذہبی رسومات کا مقصد دنیا میں ہر خاندانی اور لسانی امتیازات شیطان کا فریب ہیں، ان سے مسلمانوں کو بچانا جہادِ اکبر ہے۔

(''دین اسلام''، چودھری افضل حقؒ۔ ص ۲۰۴ تا ۲۰۷)

مفکر احرار چودھری افضل حقؒ کی اس تحریر کا حرف حرف مجلس احرار اسلام کا معاشی منشور ہے۔ یہ تحریر موجودہ معاشرے کے معاشی انحطاط کی عکاسی کرتی ہے۔ حالانکہ مفکر احرار چودھری افضل حقؒ قیام پاکستان سے ایک عرصہ قبل ۱۸ جنوری ۱۹۴۲ کو وفات پا گئے تھے۔ اس تحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل دل اور اہل بصیرت جانتے ہیں کہ جس کام کی بنیاد اسلام نہیں ہوگی اس میں کیا کیا قباحتیں پیدا ہوں گی۔ پھر نظام سرمایہ داری تو انسان کے تمام اوصاف چھین لیتا ہے۔ روپیہ اکٹھا کرنے کی دھن انسانوں کو انسان نہیں رہنے دیتی بلکہ حیوان بنا دیتی ہے۔ بھلا ایسے افراد کی موجودگی میں معاشرے کے اندر کیا اسلامی خوبی پیدا ہوسکتی ہے؟ جہاں حرص وہوس کے بندے غریب ونادار لوگوں کی جائز اور ضروری خواہشات پر اپنے اقتدار کا تخت سجاتے ہوں، اور اسے عوامی اور جمہوری حکومت کا نام دیتے ہوں، اس سے بڑا فریب شاید دنیا کی تاریخ میں کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتا اور یہ سب کچھ نظام سرمایہ داری کا کارنامہ ہے جو قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک بھارت اور پاکستان میں جاری ہے اور اس کی ساری ذمہ داری دو بڑی سرمایہ پرست جماعتوں کانگریس اور مسلم لیگ پر عائد ہوتی ہے اور یہی وہ بڑی وجہ ہے جس نے احرار اور مسلم لیگ کے راستے جدا جدا کر دیئے ہیں۔ کہ مسلم لیگ سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے بغیر صفر ہے اور مجلس احرار اسلام کے معاشی نظام کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ اسلام کے سیاسی نظام

کے نفاذ میں اسلام کا معاشی نظام ہی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ پاکستان کے پاک وشفاف پانی میں جاگیرداری اور سرمایہ داری کا کتا گرا ہوا ہے۔ جب تک یہ کتا باہر نہیں نکالا جاتا آپ جمہوریت کے ذریعے خواہ اس کنویں سے کتنا ہی پانی نکالتے رہیں 'پانی پاک نہیں ہوگا۔ مصور پاکستان علامہ اقبالؒ نے بھی یہی کہا تھا ؎

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی — یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے
وہ حکمت ناز تھا جس کو خردمندانِ مغرب کو — ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغ کارزاری ہے
تدبّر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا — جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے

علامہ اقبالؒ ساری عمر مسلم لیگ سے اس بات کا مطالبہ کرتے رہے کہ وہ قوم کے سامنے معاشی پروگرام پیش کرے۔ لیکن مسلم لیگ کو اپنے معاشی پروگرام کا اعلان نہ کرنا تھا اور نہ ہی اس نے ایسا کیا۔ کیونکہ مسلم لیگ اس حقیقت سے آشنا تھی کہ اگر معاشی پروگرام کی زد جاگیرداروں اور سرمایہ پرستوں پر نہیں پڑتی تو کوئی بھی اسے معاشی پروگرام تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا اور اگر معاشی پروگرام کی زد میں مسلم لیگ کے ٹوانے ،نون گکھڑ، خان بہادر اور نواب بہادر آ گئے تو پھر مسلم لیگ کے کشکول میں ووٹوں کی بھیک کون ڈالے گا۔ ووٹوں کی دولت تو اسی زر پرست ٹولی کی جیب میں ہے۔ اقبال مسلم لیگ کو اپنا معاشی پروگرام قوم کے سامنے پیش کرنے کی ترغیب کیوں دیتے رہے؟ دراصل ان کی نگاہ دور تک آنے والے حالات کو دیکھ رہی تھی ۔ وہ انسانی زندگی میں معاشیات کی اہمیت سے پوری طرح آشنا تھے اور نظریۂ انفرادیت واشتراکیت کے ضرر رساں پہلوؤں کو خوب جانتے تھے۔ ان کے دل ودماغ کو اسلام کے معاشی پروگرام کی صداقت پر لازوال یقین تھا۔ وہ جانتے تھے کہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اس کے اعلان اور اس پر عمل کرنے سے جاگیرداروں اور سرمایہ پرستوں کی وہ گرفت معاشرے پر نہیں رہے گی اور اس کے بعد ایک ایسا معاشرہ جنم لے گا' جس سے نیکی شرافت، خوشحالی، خلوص، آسودگی، راحت، ہمدردی، محبت اور تعاون کی فضا قائم ہوگی۔ غریب اور ناتواں طبقہ بھی سکھ کا سانس لینے کے قابل ہو جائے گا۔ اس طرح یہ غریب طبقہ بھی ناداری اور مفلسی سے نجات حاصل کر لے گا جو نہ جانے کب سے ظلم کی چکی میں پستا چلا آ رہا ہے۔ آج کے پاکستان پر نگاہ دوڑائیے ،اپنے گرد وپیش کی سیاسی، معاشرتی اور معاشی صورت حال کا جائزہ لیجئے' ان تمام تر خراب صورتِ حالات کی اصل وجہ سرمایہ درانہ نظام معیشت ہے۔ جس کے خلاف مجلس احرار اسلام پچھلی پون صدی سے اس دھرتی پر کام کر رہی ہے اور کرتی رہے گی خواہ اس کے نتائج کچھ بھی ہوں:

رموزِ عشق وہی ہے جنوں کا رنگ وہی — وہی ہے فقر کی مستی میری ترنگ وہی
زمانہ اور بھی بدلے گا ایک بار ابھی — وہی ہے نظم معیشت بنائے جنگ وہی
جنون وعقل میں اَن بن وہی پرانی ہے — کماں وہی ہے ، نشانہ وہی ، خدنگ وہی
بدل سکا نہ زمانہ میرا طریقِ جنوں — وہی جو لَے تھی پرانی نوائے جنگ وہی
میرے ضمیر کی دنیا ہے مطمئن خالدؔ — جہانِ ظرف میں بجتا ہے جلترنگ وہی

عبداللطیف خالد چیمہ
ناظم نشر و اشاعت مجلس احرار اسلام پاکستان

مولانا محمد عیسیٰ منصوری کا دورۂ پاکستان اور ایک فکری نشست

مولانا محمد عیسیٰ منصوری دردِ دل رکھنے والے ممتاز عالم دین، مصنف اور اسکالر ہیں۔ بنیادی طور پر تعلق انڈیا سے ہے لیکن عرصہ دراز سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔ ایک مدت تبلیغی جماعت کے ساتھ باضابطہ منسلک ہوکر دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے ہیں لیکن امت مسلمہ کی زبوں حالی دیکھ کر اور اپنے طبعی رجحانات کے پیشِ نظر خالص نظریاتی اور فکری کاموں میں مگن ہوگئے۔ بیمار ہوئے تو لندن کے ایک ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ مولانا زاہد الراشدی تیمار داری کے لئے گئے تو بھانپ لیا کہ ان کی بیماری کا علاج ہسپتال میں نہیں۔ اصل میں دونوں ہم ذوق تھے اور دونوں کا درد بھی سانجھا تھا ''خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو'' کے مصداق ہسپتال سے گھر آ گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی علمی و فکری اور نظریاتی پیاس ایسی بجھائی کہ بہت سوں کا بھلا ہوگیا۔ مولانا منصوری مکمل غیر جذباتی لیکن حقیقی انداز میں صورتحال کا صحیح تجزیہ کرنے اور نئے قابل عمل حل نکالنے پر انہیں دسترس حاصل ہے۔ میں برطانیہ جاتا ہوں تو بے حد شفقت سے نوازتے ہیں، انڈین ہونے کے باوجود سب سے برابر میل جول اور بغیر تحفظات کے تعلقات کے حامی ہیں۔

ہمت سے تنقید کرنے اور حوصلے سے تنقید سننے کے ماحول میں بھی خوشگوار موڈ میں رہتے ہیں۔ کئی سال پہلے مولانا زاہد الراشدی کے ورلڈ اسلامک فورم کے چیئر مین بنے تو اس کو حتیٰ الامکان آرگنائز کیا۔ رقیق القلب ہیں اور مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت پر پریشان ہوجاتے ہیں۔ عالمی میڈیا کو مانیٹر کر کے بڑوں چھوٹوں کو آگاہی دینا اور غور و تدبر میں ڈوب کر ملاقاتوں اور گفتگو کے مواقع بنانا، اس کا ہنر انہیں خوب آتا ہے۔

لندن سے فون پر اپنے آنے کا پروگرام بتایا تو مولانا زاہد الراشدی اور راقم پروگرام تشکیل دیتے رہے، تا آنکہ ۲ رجنوری کو جامعہ مدنیہ کے مولانا محمود میاں، مجلس احرار اسلام لاہور کے امیر چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ، چودھری سیف اللہ، کرنل (ر) فاروق احمد خان اور راقم الحروف نے لاہور ایئر پورٹ پر مولانا منصوری، ابراہیم کمیونٹی کالج لندن کے پرنسپل مولانا مشفق الدین اور وفد کے دوسرے دو ارکان کا پرتپاک استقبال اور خیر مقدم کیا۔ چونکہ نظم مولانا راشدی کے پاس جانے کا تھا۔ اس لیے ایئر پورٹ کے کیفے ٹیریا میں مہمانوں کو چائے اور گپ شپ کے خوشگوار لمحات کے بعد گوجرانوالہ روانہ کر دیا گیا۔ اگلے روز گوجرانوالہ میں نصرۃ العلوم گئے اور شام الشریعہ اکیڈمی میں مولانا زاہد الراشدی نے ان کے اعزاز میں

ایک تقریب کا اہتمام کیا۔

اسلام آباد سے ۵/جنوری کو لاہور پہنچے اور حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ سے ملاقات اور مشاورت کے بعد کراچی روانہ ہوگئے۔ ۸/جنوری کو دوپہر کے وقت مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی دفتر نیو مسلم ٹاؤن لاہور تشریف لائے جہاں ان کے اعزاز میں کھانے اور بعدازاں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔

روزنامہ ''امت'' اور ہفت روزہ ''تکبیر'' کراچی کے بیورو چیف اسرار بخاری نے ان سے انٹرویو کیا۔ سید محمد کفیل بخاری ملتان سے اسی اثنا میں پہنچے۔ برادرم کرنل (ر) فاروق احمد خان، روزنامہ ''انصاف'' کے ڈپٹی ایڈیٹر اور ہمارے ہم فکر ساتھی سیف اللہ خالد اور گوجرانوالہ سے آئے ہوئے اہلحدیث دوست مولانا محمد ابرار ظہیر، حافظ محمد امتیاز محمدی اور رانا محمد ابراہیم نفیس کے علاوہ ڈاکٹر شاہد کاشمیری، پروفیسر نعیم مسعود، محمد عباس نجمی اور کئی دوسرے دوستوں نے طے شدہ تقریب سے پہلے ہی مولانا منصوری سے کئی نشستیں کر لیں اور مولانا منصوری بھی ہم فکر دوستوں میں خوش و مگن رہے۔

''موجودہ صورتحال اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان سے تقریب کی صدارت کے لئے میں نے جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا محمد امجد خان سے درخواست کی اور مولانا منصوری کے ساتھ سید محمد کفیل بخاری اور چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ کو بٹھایا گیا۔ میں بہت خوش تھا کہ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے قاری محمد رفیق، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، بھائی محمد متین خالد سمیت منتخب علماء کرام، دانشوروں اور کارکنوں کی توقع سے بڑھ کر خاصی تعداد تشریف لائی جبکہ ہمارے بزرگ چودھری محمد اکرام احرار، میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار، ملک محمد یوسف، ارسلان بھائی، قاری غلام حسین، محمد معاویہ رضوان، بھائی محمد رمضان سمیت دیگر رفقاء احرار نے مہمانوں کی خوب میزبانی کی۔ میں نے مولانا منصوری اور ان کے کام کے تعارفی و اجمالی ذکر کے ساتھ ہی ان سے گفتگو درخواست کی۔ مولانا منصوری نے فرمایا کہ ''میرے لیے بہت ہی خوشی کا باعث ہے کہ برصغیر میں استعمار کے خلاف معرکے میں ایثار و قربانی کی لازوال داستان رقم کرنے والی جماعت جو تاریخ کے اوراق میں گم ہوتی نظر آ رہی تھی کو یہ لوگ پھر سے منظّم کر رہے ہیں، میں ان کے کام کے لئے دعا گو ہوں، میری نظریاتی مطابقت بھی سب سے زیادہ اسی ''جماعت احرار'' کے ساتھ ہے۔

انہوں نے کہا کہ ''مغربی تہذیب کا دیوالیہ پن بے نقاب ہو چکا، نظریاتی جنگ میں شکست فاش اسکا مقدر ہے، مغرب ایک قوت ہے اس کے پاس کوئی نظریہ نہیں، مغرب نے عقل انسانی کی بنیاد پر جس تہذیب کی بنیاد رکھی تھی نائن الیون کے بعد خود اپنے ہاتھوں سے برباد کر چکا ہے، امریکا اور مغرب میں شخصی آزادیوں اور مساوات کے تمام معیار باطل قرار پا چکے ہیں اور ثابت ہو چکا ہے کہ تہذیب مغرب دیوالیہ پن کا شکار ہے۔ نائن الیون کے بعد اگر امت مسلمہ بیدار ہوتی تو یہ بہترین موقع تھا کہ ہم اپنی ارفع اور پائیدار تہذیب سے دنیا کو روشناس کرواتے لیکن ایسا نہیں کیا جا سکا۔ دنیا میں اس وقت نظریاتی جنگ جاری ہے۔ مغرب کی قوت نے اسلام کے نظریہ کو للکارا ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ طاقت کے بل

بوتے پر نظریہ ختم نہیں کیا جاسکتا بلکہ طاقت ختم ہو جاتی ہے اور نظریہ باقی رہتا ہے۔ اس جنگ میں فتح مسلمانوں کا مقدر رہے گی۔ اسلام نے جس جہالت کو ختم کر کے فلاح انسانیت کا نظریہ پیش کیا تھا، مغرب نے اب پھر سے اس جہالت کو مسلط کر دیا ہے۔ ایسا صرف اس لیے ممکن ہو سکا کہ مسلمانوں نے فکری جدوجہد کو چھوڑ دیا تھا۔ اب پھر میدان لگ چکا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دینی مدارس کے فضلاء کو عصری علوم سے بہرہ ور ہونا چاہیے۔ جب تک انہیں فتنہ جدیدیت کا علم نہیں ہوگا یہ توڑ، تدارک اور مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ مغرب کے پاس نظریہ ضرورت ہے، ہمارے پاس نظریہ حیات ہے۔ آج کے دور کا طاقتور ہتھیار میڈیا ہے، میڈیا کی تعلیم و تربیت کے بغیر آج کی دنیا میں جینا اور کوئی کام کرنا ممکن نظر نہیں آتا۔ اس وقت امریکا و یورپ سمیت پوری دنیا کے مسلمانوں میں جذبہ تو ہے لیکن اہداف، مقاصد اور دشمن کی حکمت عملی کو ملحوظ رکھ کر کام کرنے کے سلیقے سے ہم عاری ہیں۔ یہ سلیقہ تعلیم و تربیت اور خالص فکری و نظریاتی کام کے ذریعے ہی آسکتا ہے۔ نوجوانوں کو اس کام کی طرف راغب کرنے کے لیے ہمیں اپنے مزاج اور ماحول کا تنقیدی جائزہ لے کر کوئی قابل عمل حل نکالنا چاہیے۔''

بعد ازاں سوال جواب کی بھرپور نشست ہوئی۔ لندن میں قادیانی ہیڈ کوارٹر اور تحریک تحفظ ختم نبوت کی تازہ ترین صورتحال کے حوالے سے انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ جب مرزا طاہر پاکستان سے برطانیہ گیا تو ابتدائی طور پر بہتر انداز میں قادیانیت کے تعاقب کا سلسلہ شروع ہوا لیکن رفتہ رفتہ بوجوہ کام کی وہ صورت باقی نہ رہی، دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کو سامنے رکھ کر ہی قادیانیت کا محاسبہ کیا جاسکتا ہے۔ MTA (مسلم ٹی وی احمدیہ) کے نام پر قادیانی چینل چوبیس گھنٹے دنیا کو دھوکہ دے رہا ہے اور اپنی ارتدادی سرگرمیاں اسلام کے نام پر متعارف کروا رہا ہے۔ انٹرنیشنل سطح پر بریفنگ کے بغیر محض روایتی انداز کا کام اہل یورپ کو متاثر نہیں کر سکتا، اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی جماعتیں، ادارے اور افراد اپنی ترجیحات کا نئے سرے سے جائزہ لے کر از سر نو صف بندی کریں کیونکہ انفارمیشن کے آج کے دور میں بھی قادیانی لوگوں کو مرتد بنا رہے ہیں۔

علماء حق کا ترجمان
المیزان
ناشران و تاجرانِ کتب
دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ
دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لندن) (دوسری و آخری قسط)

تاکہ سند رہے
''سر اقبال بنام حسین احمد''

سر اقبال بنام حسین احمد کے عنوان سے لکھا گیا مضمون جب الفرقان (مئی ۲۰۰۵ء) میں چھپا تو دو خیال آئے ،ایک یہ کہ اس کی کاپی محترم ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی خدمت میں بھی جائے۔ دوم یہ کہ کسی ماہرِ اقبالیات کی رائے اس پر معلوم ہوجائے۔ لندن سے ایک عزیز پاکستانی طالب علم مئی ہی میں پاکستان جارہے تھے۔ ان کے سپرد الفرقان کی ایک کاپی کی گئی کہ وہ اسے جاوید اقبال صاحب کے پتہ پر بھیجنے کی خدمت انجام دیں۔ دوسری ضرورت پوری کرنے کے لیے خوش قسمتی سے خود لندن ہی میں اس وصف کی ایک معروف و مسلّم شخصیت جناب محمد شریف بقاؔ نامی موجود تھی۔ بقاؔ صاحب تقریباً چالیس سال سے اقبالیات کو اپنا موضوع بنائے ہوئے ہیں اور دس بارہ کتابیں اس موضوع پر ان کے قلم سے نکل چکی ہیں۔ مثلاً خطبات اقبال کا ایک جائزہ، نِٹشے اقبال کی نظر میں، اقبال اور تصوف، اقبال کا نورِ بصیرت وغیرہ، بقا صاحب اپنے نام کے عین مطابق سراپا شرافت ہیں۔ اس لیے بھروسہ ہوا کہ مضمون اگر خدانخواستہ کچھ گراں بھی گزرا تب بھی رائے کا اظہار ایک اسکالر کی شان کے مطابق ہی ہوگا۔ جواب میں خلاف توقع کچھ دیر ہوئی تو اندیشہ ہوا کہ شاید گرانی خاطر مانع جواب ہوگئی۔ لیکن جواب آیا تو اس اندیشہ کے بالکل برعکس تھا۔ اس میں مضمون کی تحسین و تائید کرتے ہوئے یہاں تک لکھا گیا تھا کہ واقعی ان اشعار کی اشاعت حضرت علامہ کے بعد نہ ہونی چاہئے تھی۔ اس ضمن میں ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی ذمہ داری کا حوالہ بھی موصوف کی زبان قلم پر آ گیا تھا۔

یہاں سے ذہن کو تحریک ہوئی کہ اس رائے کے حوالہ سے ایک عریضہ ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کی خدمت میں بھی کیوں نہ گزارا جائے۔ شاید کہ موصوف کچھ توجہ فرمانے کے لیے آمادہ ہوجائیں اور ''بعد از خرابی بسیار'' سہی ایک شکایت رفع ہونے کی صورت بن جائے۔ چنانچہ ۲۶؍جولائی کو ایک عریضہ رجسٹرڈ ڈاک سے موصوف کی خدمت میں لاہور ارسال کیا گیا۔ خوشی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے بھی جواب سے محروم نہ رکھا۔ اگرچہ تشنہ رکھنے میں مضائقہ نہ سمجھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ پوری خط و کتابت الفرقان کے فائل میں محفوظ ہوجائے۔ پس اب پہلے پڑھئے محترم محمد شریف بقاؔ صاحب کا گرامی نامہ، پھر خاکسار کا عریضہ بخدمت ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب اور پھر موصوف کی طرف سے اس کا جواب۔

(۱) ۲۰؍جولائی ۲۰۰۵ء

محترم مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

چند ہفتے ہوئے مجھے آپ کا عنایت نامہ اور آپ کا ارسال کردہ رسالہ الفرقان موصول ہوئے۔ اس زحمت کے لیے میں بے حد شکر گزار ہوں۔ میں نادم ہوں کہ آپ کو جلد یہ جواب روانہ نہ کرسکا۔ تاخیر کا اصل باعث چند دریافت طلب

حوالہ جات کا مطالعہ تھا تا کہ جواب دینے میں کوئی بات مزید اختلاف کو ہوا نہ دے سکے۔ امیدِ واثق ہے کہ آپ اس تاخیر آمیز جواب کے لیے میری معذرت قبول فرمائیں گے۔ شکریہ۔

آپ کے مضمون کو پڑھ کر علامہ اقبالؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے درمیان فکری بحث سے متعلق متعدد پہلوؤں سے آگاہی ہوئی۔ آپ کا یہ خیال افروز تحقیقی مضمون امرِ متنازعہ کے تاریخی اور سیاسی پس منظر کو سمجھنے میں کافی مفید اور معلومات افزا ہے۔ آپ کی محنتِ شاقہ اور عمیق تحقیق لائق ستائش ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے نظریہ قومیت سے آپ بخوبی آشنا ہیں کہ وہ مغربی تصورِ قومیت سے بے حد الرجک تھے۔ اسی لیے وہ متحدہ انڈین قومیت کو ہدفِ تنقید و تنقیص بنائے رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ کی تقریر کو پڑھ کر وہ فوراً جذبات سے مغلوب ہوئے اور انہوں نے اسی جذبے کے تحت اپنے ردعمل کا متعلقہ اشعار میں اظہار کر دیا۔ تنقید کی شدت سے لازماً مولانا مرحوم کے عقیدت مندوں کے جذبات مجروح ہوئے تھے۔ اگر ان کے ردعمل میں ایسی شدتِ جذبات نہ ہوتی تو پھر علامہ اقبالؒ کے مداحین اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کے نیاز مندوں اور تلامذہ میں باہمی تلخیاں جنم نہ لیتیں۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب علامہ اقبالؒ پر حقیقت حال واضح ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اگر مولانا حسین احمد مدنیؒ کا مطلب محض دور حاضرہ کے نظریہ قومیت کی طرف اشارہ تھا اور یہ ان کا ذاتی عقیدہ نہیں تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ رفع اختلاف کے بعد کلیات میں ان تنازعہ خیز اشعار کا اندراج درست نہیں تھا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب عرصۂ دراز تک کلام اقبال کی کاپی رائٹ رکھتے تھے۔ وہ اگر چاہتے تو ان اشعار کو شامل کلیات نہ کرتے۔ ممکن ہے انہوں نے عوام الناس کی مخالفت کے مدنظر ایسا نہ کیا ہو۔

''**اُذْكُرُوا اَمْوَاتَكُمْ بِالْخَيْرِ**'' کے مصداق اب طرفین کو اس بحث سے گریز کرنا چاہیے۔

ع بخش دو گر خطا کرے کوئی

اپنی دعائے نیم شبی میں مجھے یاد رکھیے۔ شکریہ۔ والسلام

خیر اندیش

محمد شریف بقا

۲۵ر جولائی ۲۰۰۵ء (۲)

بگرامی خدمت محترم جناب ڈاکٹر جاوید اقبال دام اقبالہٗ

محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ میں آپ کے لیے مکمل طور پر اجنبی ہوں یا میرا ایک مضمون بعنوان ''سرِ اقبالؒ بنام حسین احمدؒ'' گزشتہ دو ماہ کے اندر آپ کی نظر سے گزر جانے کی بنا پر اس درجہ کا اجنبی نہیں رہا ہوں۔ یہ مضمون آپ کو پہنچوانے کے لیے میں نے مئی میں اسلام آباد جانے والے ایک نوجوان کے سپرد ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کی ایک کاپی کی تھی اور انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کاپی آپ کو پوسٹ کر دی گئی ہے۔

مجھے اپنے اس مضمون ہی کے حوالہ سے کچھ آپ سے ذاتی طور پر عرض کرنا ہے۔ آپ کا ذاتی پتہ مجھے نہیں مل سکا ہے۔ یہاں لندن میں ماہر اقبالیات کے طور پر ایک معروف و محترم شخصیت جناب محمد شریف بقا صاحب کی ہے۔ ان سے

رابطہ پر ایک قابل اعتماد پتہ اقبال اکیڈمی لاہور کا ملا تو اسی پر یہ عریضہ ارسال خدمت ہے اور احتیاطاً ماہنامہ الفرقان کے متعلقہ مضمون کی ایک کاپی بھی۔

اس مضمون کی میری معروضات کی رو سے حضرت علامہ مرحوم و مغفور کے اشعار بعنوان ''حسین احمدؒ'' کی اشاعت جاری رہنے پر از سرِ نو غور فرمائے جانے کی ضرورت ہے۔ اس گزارش کے لیے میں نے آپ کو ذاتی طور پر مخاطب کرنے کی جرأت کی ہے اور اس جرأت کا خیال دراصل مجھے محترم شریف بقا صاحب کے خط سے ہوا ہے جو کل ہی مجھے ملا۔ گمان غالب ہے کہ آپ بقا صاحب کے نام ہی نہیں کام سے بھی ضرور واقف ہوں گے، جو اس دیار میں تقریباً پچاس سال سے علامہ کے نام و کلام کی شمع جلائے ہوئے ہیں۔

خاکسار نے اپنا وہ مضمون بقا صاحب کی خدمت میں اس گزارش کے ساتھ ارسال کیا تھا کہ اپنی بے تکلف رائے سے مجھے ممنون فرمائیں۔ اس پر موصوف کے کل ہی موصول ہونے والے گرامی نامہ کی کاپی ہم رشتہ کر رہا ہوں اور اسی کو ''سفارشی'' بنا کر...... اس لیے کہ میں بہرحال اجنبی ہوں...... یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ان اشعار کی اشاعت بہرحال ضروری ہے تو ان کو ان کی اصل جگہ رکھا جانا چاہیے یعنی ارمغان حجاز کے فارسی حصہ میں۔ اس خاکسار کے نزدیک تو...... جیسا کہ اس نے اپنے مضمون میں نرم ترین الفاظ کے ذریعہ متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے...... ان اشعار کی اشاعت کا جواز ہی نہیں بنتا۔ تاہم اگر چودھری محمد حسین صاحب مرحوم وغیرہ کی دلیلِ جواز نا قابل نظرِ ثانی ہی رہتی ہے تب بھی اردو والے حصہ میں ان فارسی اشعار کو رکھے جانے کے لیے تو کسی الگ دلیل کی ضرورت ہے جو سامنے نہیں آسکی ہے۔ (۱) امید ہے کہ میری اس گزارش پر غور کرنے کے لئے محترم بقا صاحب کا گرامی نامہ ضرور مددگار رہوگا۔ خاکسار کے خیال میں یہ بات ایسی نہیں ہے جس کا آپ کو اندازہ نہ ہو کہ حضرت علامہ کے ماننے والوں میں حضرت حسین احمد صاحب کے چاہنے والوں

---

(۱) یہ اردو فارسی کی بات یہاں جس طرح کہی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے عرض کرنے کے لیے یہ اسی طرح بالکل کافی تھی۔ زیادہ کھولنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر قارئین الفرقان میں سے ہر ایک کے لیے شاید کافی نہ ہو۔ اس لیے وضاحتاً یہ کہنا مناسب ہے کہ علامہ جس شخصیت پر تنقید کر رہے تھے' اس کی زبان اردو تھی نہ کہ فارسی اور خود علامہ کا بھی یہی معاملہ تھا۔ اس لیے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ علامہ نے اس تنقید میں فارسی زبان کیوں استعمال فرمائی؟ علامہ کے مقام و مرتبہ کو دیکھتے ہوئے حسن ظن کہتا ہے کہ اپنے تنقیدی جذبہ اور لہجہ کی شدت کے پیش نظر آپ نے مناسب خیال فرمایا کہ زبان ایسی ہو جسے صرف مخاطب سمجھے یا بس اہل علم' عوام الناس کی دسترس سے وہ باہر رہے۔ پس صرف یہ نہیں کہ اشعار کی زبان چونکہ فارسی تھی' اس لیے ان کو ارمغان کے فارسی حصہ میں جانا چاہیے تھا اور اردو حصہ میں رکھا جانا ایک شے کا بے جگہ رکھا جانا ہے۔ بلکہ یہ علامہ کی مصلحت بینی کے بھی خلاف ہے۔ یہ اشعار اگر فارسی حصے میں رکھے گئے ہوتے تو بعد کی یعنی ہم لوگوں کی نسل میں ان کا چرچا ہی نہ رہ پاتا۔ یہ بس ایک تاریخی واقعہ کی نشانی کے طور پر صرف اہل علم کی دسترس میں رہے ہوتے۔ افسوس! علامہ کے علمی و ادبی معاونین نے اپنی سیاسی شدت میں علامہ کی مصلحت بینی کے پہلو پر غور نہ فرمایا۔ یا لحاظ نہ فرمایا۔

کی تعداد بھی کم نہیں ہے اور ان کے لیے یہ بڑا المیہ ہے کہ ایک وقتی قسم کی چیز جو اس وقت کے گزرنے کے ساتھ ہی دفن ہو جانی چاہیے تھی، وہ بالکل بے جواز طور پر ان کی دوطرفہ محبت وعقیدت کو آزمائش میں رکھے ہوئے ہے۔ ضمناً عرض کر دوں کہ ''زندہ رود'' کے ساتھ ''اپنا گریباں چاک'' پڑھنے کا بھی موقع ملا۔ ڈاکٹر صاحب! بے تکلف عرض ہے کہ میں یہ نہ سمجھ سکا کہ دونوں میں اتنا فرق کیوں ہے کہ ایک ہی شخص کی نہیں معلوم ہوتیں۔ میں نے متذکرہ مضمون میں ضمناً ایک جملہ اس پر لکھا تھا، پھر اسے نکال دیا۔ پتہ نہیں یہ تنہا میرا ہی احساس ہے کہ اور کوئی بھی اس میں شریک ہے۔

والسلام

اخلاص کیش: عتیق الرحمٰن سنبھلی

مورخہ ۶ راگست ۲۰۰۵ء (۳)

محترمی ومکرمی جناب مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب

السلام علیکم۔

آپ کا خط بمع نقل مضمون ''سر اقبال بنام حسین احمد'' موصول ہوگئے۔ شکریہ۔ یہ مضمون ماہنامہ الفرقان شمارہ مئی ۲۰۰۵ء میں پڑھ چکا ہوں۔ غالباً کسی نے مجھے ارسال کیا تھا۔

بہر حال آپ کے خط کے جواب میں اتنا عرض ہے کہ اب علامہ اقبال کی تصانیف کا کاپی رائٹ کافی مدت ہوئی ختم ہو چکا ہے اور جو چاہے کلیات اقبال شائع کر سکتا ہے۔ لہٰذا ان کے کلام کی اشاعت پر چونکہ اب میرا اختیار نہیں، اس لیے اشعار متعلقہ کو کلیات اقبال میں سے نکال دینا میرے لیے ممکن نہیں۔ بلکہ میں تو اس بحث کہ متذکرہ اشعار کلیات اقبال میں رہنے دینے یا نکال دینے چاہئیں، میں پڑنا بھی نہیں چاہتا۔ زیادہ حد آداب۔

جناب مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب — خیر اندیش

لندن — جاوید اقبال

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

23 فروری 2006ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

الداعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

سیف اللہ خالد

کشمیر میں قادیانیت کی تبلیغ

ہر دور کا ایک امتیازی وصف ہوتا ہے اور وہی وصف تاریخ میں متعلقہ دور حکومت کی شناخت قرار پاتا ہے۔ بہت دور نہ جائیں تو بھی مثالیں کم نہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ نواز شریف کے بھاری مینڈیٹ کا دور تھا۔ جسے پولیس مقابلوں اور ہر ادارہ کو فتح کر لینے کی خواہش سے پہچانا جاتا ہے۔ اس سے قبل بے نظیر کا دورِ حکومت لوٹ مار، غبن اور بیرون ملک جائیدادیں بنانے کی شہرت رکھتا ہے۔ اس سے پہلے نواز شریف کا پہلا دور حکومت بھی ''مستند ہے میرا فرمایا ہوا'' اور اظہارِ ذات کی لڑائیوں سے عبارت ہے۔ اسی طرح بے نظیر کا پہلا دورِ حکومت ذرا کم درجہ کی لوٹ مار یعنی ٹین پرسینٹ کی شہرت رکھتا ہے۔ مجموعی طور پر نواز شریف کے دونوں ادوار میں مغل شاہی تصور ابھرتا ہے اور بے نظیر کے دونوں ادوار ہڈیوں میں سرایت کر جانے والی نسلوں کی بھوک اور ملک سے انتقام لیتے ہوئے جیبیں بھرنے سے عبارت ہیں۔ اس طرح موجودہ دور حکومت کو فتنوں کا دور کہا جا سکتا ہے۔ ایمان کی دولت' اسلام کا یقین لوٹنے کی وارداتیں کرنے والے جس دیدہ دلیری سے اس دور میں سامنے آئے۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔

ایک سے ایک بڑھ کر فتنہ اہل ایمان کا امتحان لینے کے در پے ہے۔ کہیں مسیحیت شفائیہ دعائیہ اجتماعات کے نام پر مریضوں اور مجبوروں کے ایمان متزلزل کرنے کے مشن پر ہے اور کہیں منکرین حدیث پہلو بدل بدل کر اور نقاب بدل بدل کر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ کہیں ہندو مسلم ایک والے نعرہ زن ہیں تو کہیں قادیان کا ملعون ٹولہ ایمان پر ڈاکہ ڈال رہا ہے۔ یہ ساری وارداتیں اس قدر کھلے عام ہو رہی ہیں کہ اس سے قبل جس کا تصور بھی محال تھا۔

حکمرانوں کے ایمان پر شک کرنا اور اسے زیر بحث لانا مقصد نہیں۔ وہ جانیں اور رب جانے۔ ہمارے لیے ان کی یہ شہادت کافی ہے کہ وہ نبی رحمت ﷺ کے دامن سے وابستہ ہیں اور انہیں کو آخری نبی ﷺ تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے بعد کسی کو حق نہیں کہ کسی کے ایمان پر حملہ آور ہو یا الزام تراشی کرے۔ چاہے وہ حکمران ہو یا عام شہری۔ البتہ ٹھوس شواہد اور نا قابل تردید ثبوت دستیاب ہوں تو بات دوسری ہے...... اربابِ اختیار کی ایمانیات سے کچھ لینا دینا نہیں۔ البتہ المیہ یہ ہے کہ آزادی اظہار کے سارے حقوق فتنہ پروروں کے لیے وقف ہو کر رہ گئے ہیں۔ رواداری کی تمام اقسام اسلام دشمنوں کی ڈھال بنا دی گئی ہیں۔ کس قدر اذیت ناک صورتحال ہے کہ اسلام کے دفاع میں آواز اٹھے تو اسے انتہا پسندی اور نفرت پروری قرار دے کر سرکار کے تمام ادارے گلا گھونٹنے کو دوڑ کھڑے ہوں۔ دین کے اصول وضوابط کی تبلیغ ہو تو اسے عدم رواداری اور دہشت گردی کا نام دے کر خلاف ضابطہ قرار دے دیا جاتا ہے اور دوسری طرف قادیانی ٹولہ ہے کہ اپنے دجل و کفر کی سر عام تبلیغ کرتا ہے۔ اپنے ملعون رہنما کی بدبودار تعلیمات کا سر عام پرچار کرتا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

کس قدر اندھیر ہے کہ آزاد کشمیر میں زلزلہ کی آفت کے بعد صدر پاکستان کہتے ہیں کہ خیمہ بستیوں میں مساجد ومدارس نہیں بننے دیں گے۔ سرکاری مشینری کو حکم دیا جاتا ہے کہ پہلی فرصت میں سکول تعمیر کرو تا کہ مدارس کا نظام نہ کھڑا ہو سکے۔ صدر ذی وقار بار بار اپنے بیانات، خطابات میں وارننگ دیتے ہیں کہ جماعت الدعوۃ اور الرشید ٹرسٹ کی کڑی نگرانی جاری ہے۔ انہیں دعوتی اور تبلیغی کام کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ سرکاری ادارے دھمکیاں دیتے ہیں کہ اگر کسی نے دین کی بات کی، تبلیغ کا نام لیا تو اسے کشمیر سے نکال باہر کیا جائے گا۔ زلزلہ کے عذاب کے بعد جان، مال اور اولاد تک قربان کر کے اپنے ہم وطنوں کی مدد کرنے والوں کو دھمکایا جا رہا ہے کہ خبردار! کسی بھائی کا کلمہ درست نہ کر دینا۔ کسی بھولے ہوئے کو مسجد کی راہ دکھائی تو سزا ملے گی۔ کسی بھٹکے ہوئے کو رب سے جڑنے کی تلقین کی تو انتہا پسند قرار دے دیا جائے گا۔ کسی مجبور بے سہارا کو دین کے سہارے کا مشورہ دیا تو نکال باہر کیا جائے گا۔ حد تو یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے بے ضرر قافلے بھی خار ببول بن کر دلوں میں گڑے جاتے ہیں۔ بس نہیں چلتا کہ ان کو سبق سکھا دیا جائے۔ جماعت الدعوۃ اور الرشید ٹرسٹ کے کارکنوں کی داڑھیاں اور نمازیں تک برداشت نہیں ہوتیں۔ دانت کچکچائے جاتے ہیں۔ مادر پدر آزاد فنڈ خور این جی اوز کو طعنے دیئے جاتے ہیں کہ تم بوجھ اٹھانے جوگے ہوتے تو ان داڑھی والوں کا بندوبست کر دیتے۔ ان کا کشمیر میں داخلہ بند کر دیتے۔ مگر مجبوری ہے کہ یہ نہ رہے تو کام رک جائے گا۔ مصیبت زدگان کو سنبھالنے والا کوئی نہ رہے گا۔ ہاہا کار مچ جائے گی۔ منصوبے بنتے ہیں، حکم جاری ہوتے ہیں، نگرانیاں کی جاتی ہیں۔ امریکی اتحادی کو یقین دہانیاں کروائی جارہی ہیں کہ ایمان کا بیج کسی سینے میں نہیں بونے دیا جائے گا۔ خیر کی صدائیں کسی کان تک نہیں پہنچنے دی جائے گی اور دوسری طرف......

دوسری طرف خبر ہے کہ ملعون مرزا قادیانی کی ذریت پوری ڈھٹائی کے ساتھ ارتدادی مراکز چلا رہی ہے۔ مظفر آباد، بالاکوٹ، باغ، دھنی سیداں، اسلام آباد میں ۵ مراکز قائم ہیں۔ جہاں ایمان کے ڈاکو، ختم نبوت کے لٹیرے، مسلمانوں سے متاعِ عشقِ مصطفی ﷺ چھیننے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں اور پھر مجبور مصیبت زدہ کشمیریوں کے دلوں میں ارتداد کا بیج بونے کو نکلتے ہیں۔ شیطان کے ان چیلوں کو تمام تر شیطانی لوازمات دستیاب ہیں اور وہ بلا خوف وخطر اپنی بدبودار تعلیمات پھیلانے میں مشغول ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ رپورٹ تو یہ بھی بتاتی ہے کہ حکومت نے تمام امدادی اداروں کو روزانہ سرکاری بندوبست کے تحت اجلاس میں شرکت کا پابند بنا رکھا ہے۔ لیکن Humanity First نامی اس تنظیم کا کوئی کل پرزہ کبھی کسی اجلاس میں شریک نہیں ہوا۔ ان کے مراکز ارتداد تو رہے ایک طرف نام نہاد طبی مراکز اور خیمہ بستی تک میں کسی اخبار نویس تک کو جانے کی اجازت نہیں۔

ان کڑے پہروں میں خفیہ طور طریقوں سے کیا ہو رہا ہے؟ کیا حکمران بتانا پسند کریں گے کہ آخر کس کی اجازت سے یہ لوگ ریاست کے اندر ریاست قائم کیے بیٹھے ہیں؟

ٹھیک ہے کہ کسی پر امدادی کارروائیوں کے دروازے بند نہیں کیے جا سکتے۔ لیکن ہر ایرے غیرے کو نفسیاتی طور پر پسماندگی کا شکار مجبور اور بے سہارا لوگوں کی برین واشنگ اور ان کے ایمان لوٹنے کی اجازت بھی نہیں دی جا سکتی۔ آزادیٔ

اظہار اور رواداری کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ایمان کے ڈاکوؤں کو کھلی چھٹی دے دی جائے اور پھر یہ توقع رکھی جائے کہ انتہا پسندی کے الزام کے خوف سے مسلمان سب کچھ برداشت کرتا رہے گا۔ کسی کو بھول میں نہیں رہنا چاہیے۔ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر ہر مسلمان جان مال تو کیا اولاد تک کو قربان کر دینا سعادت سمجھتا ہے۔ انتہا پسندی کے الزام کی کیا حقیقت ہے؟

کیا حکمران نہیں جانتے کہ ایمان انسان کی سب سے قیمتی متاع ہے اور ایمان پر حملہ کبھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً ہر مسلمان ختم نبوت کے معاملہ میں انتہائی حساس ہے۔ اگر آزاد کشمیر میں قادیانی ملعونوں کی کفریہ تعلیمات سے اشتعال پھیلا تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی؟ یقیناً اس کے ذمہ دار حکمران ہوں گے جو شیخ سعدی کے الفاظ میں کتوں کو کھلا چھوڑنے اور پتھروں کو باندھنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ کیا حکمران کسی حادثہ کے انتظار میں ہیں؟ اور چاہتے ہیں کہ منکرین ختم نبوت اور غدارانِ ملتِ اسلامیہ قادیانیوں کی نفرت انگیز تبلیغ سے مسلمان مشتعل ہوں تو وہ ان پر انتہا پسندی کا الزام لگا کر من مانے فیصلوں کا نفاذ کر سکیں۔ ورنہ اس کے سوا کوئی جواز سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں کھل کھیلنے کے مواقع کیوں دیئے جا رہے ہیں۔ دانستہ طور پر فساد اور بدامنی کا بیج کیوں بویا جا رہا ہے؟

کس قدر سفاک اور انسانیت سے عاری ہیں یہ لوگ‘ جو دوسروں کی بھوک کو بلیک میلنگ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جو بلکتی ماؤں، سسکتی بہنوں، خوفزدہ بے سہارا بچوں اور زندگی کے لیے آفات سے لڑتے بے یارومددگار نوجوانوں کا ایمان لوٹنے نکلے ہیں۔ ان کی بے چارگی، ان کے کرب سے فائدہ اٹھا کر روٹی کے چند لقموں اور ایک خیمہ کے عوض انہیں اپنے شیطانی مذہب کا آلہ کار بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ کس قدر گھٹیا اور پست ذہنیت کے مالک ہیں یہ افراد کہ پہلے ان کے ایجنٹ بلکہ دلال یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ کس کس کا ذہن شیطانیت کی نقب کے خلاف مزاحمت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور پھر صرف انہی کو چند لقمے دیئے جاتے ہیں کہ جن کے اذہان وقلوب کو مسخر کرنا آسان ہو۔ دوسروں کے لیے ان کے پاس صرف نفرت اور دھکے ہیں۔

قادیانی عیار کی ذریت‘ ابلیسی افکار کی پیروی کرتے کرتے انسانیت کے بلند معیار سے اس قدر پستی میں جا گری ہے کوئی انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ بھوک اور مجبوری کی قیمت لگانے اور سسکتی بلکتی انسانیت کو دام فریب میں لانے کے لیے یہ یوں جھپٹ رہے ہیں کہ مردار خور گدھ بھی کم ہی جھپٹتے ہوں گے۔ دراصل یہ لوگ عقل وخرد اور ضمیر کی متاع عزیز سے پہلے ہی تہی دست نہ ہوتے تو ایک ایسے اچکے کو نبی ہی کیوں مانتے جسے اس کے کرتوتوں کی روشنی میں ایک شریف انسان ثابت کرنا ہی ناممکن ہے۔ چہ جائیکہ پیشوا مان لیا جائے۔ جو اس حد تک چلے جائیں کہ رب کے آخری نبی پیکر حسن وجمال منبع رشد وہدایت، حضرت محمد ﷺ کے در دولت کو چھوڑ کر قادیان کے ایک ایسے فاتر العقل کو رہبر مان لیں جس کی ہر بات جہالت وذلالت کا مظہر ہو اور جو شکل سے ہی اٹھائی گیر اور بدکردار نظر آتا ہو۔ ان لوگوں کے معیارِ عقل یا ان کے دلوں میں انسانیت اور ضمیر نام کی چیز تلاش کرنا ہی بڑی غلطی ہے۔

سوال یہ ہے کہ دولت ایمان کے یہ لٹیرے جرمنی، فرانس، امریکہ کی پر تعیش زندگی چھوڑ کر کشمیریوں کو نوچنے

کھسوٹنے کیوں آ گئے اور اپنی کارروائیوں کو خفیہ کیوں رکھ رہے ہیں۔اس کا جواب بہت واضح ہے کہ ان کے بڑے گرو گھنٹال بھی کشمیر پر ناپاک نظریں لگائے بیٹھے تھے اور ایک سازش کے تحت کشمیر کو قادیانی ریاست بنانے کے خواہاں تھے۔اس مقصد کی خاطر ۱۹۳۱ء میں ان لوگوں نے کشمیر پر بننے والی کمیٹی میں نقب لگائی۔جس کا ادراک ہونے پر علامہ محمد اقبالؒ نہ صرف اس کمیٹی سے الگ ہو گئے بلکہ انہوں نے ان کے کفر کی توثیق کر دی اور یوں ۱۹۳۱ء میں کشمیر جھوٹی نبوت کے پیروکاروں کے چنگل میں جاتے جاتے بچا جس کا بدلہ ان کینہ پروروں نے ۱۹۴۶ء میں لیا۔جب لارڈ ریڈ کلف کی سربراہی میں باؤنڈری کمیشن کے روبرو خود کو مسلمانوں سے الگ ظاہر کر کے پورا ایک ضلع ہندوستان کی جھولی میں ڈال دیا اور یوں بھارت کو کشمیر تک رسائی کا موقع مل گیا۔

آج اگر قادیانی ذریت کشمیریوں کے ایمان پر ڈاکہ زنی کر رہی ہے تو یہ ماضی کا تسلسل ہے۔ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں انہیں چین نہیں لینے دیتیں۔وہ آج پھر سے اس امید پر یہاں دم ہلاتے پھرتے ہیں کہ شاید کشمیریوں کو گمراہ کر کے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔لیکن انہیں شاید یاد نہیں رہا کہ مسلمان کمزور ہو سکتا ہے،آفت زدہ ہو سکتا ہے لیکن محمد عربی ﷺ کا غدار نہیں ہو سکتا۔ثبوت ہے کہ اہل کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے پاکستان سے بھی پہلے اس جعلی مذہب کو کفر قرار دے کر پاکستان اور امت کے لیے راہِ عمل متعین کر دی تھی۔اب بھی انہیں یہاں کچھ نہیں ملے گا۔غیرت مند کشمیری جوتے کی نوک پر انہیں باہر اچھالیں گے۔

افسوس !ان کے کالے کرتوتوں پر نہیں بلکہ حکومت پر ہے کہ بلا امتیاز مذہب،مسلک و قومیت دن رات خدمت کرنے والی جماعت الدعوۃ اور الرشید ٹرسٹ تو اسے ایک آنکھ نہیں بھاتے جبکہ جھوٹ کے ان پیامبروں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔یہ کہاں کا انصاف ہے۔اربابِ حکومت کو چاہیے کہ وہ ہوش مندی کا ثبوت دیں۔قوم کو اتنا نہ دبائیں کہ ردِّ عمل کے سوا کوئی راہِ عمل ہی نہ بچے۔

مولانا مشتاق احمد (چنیوٹ)

سچے مہدی کی پہچان

اسلام کے دو عقیدے ایسے ہیں جن کی آڑ میں ہر دور میں گمراہ لوگوں نے اپنی دکانیں چمکانے کی کوشش کی ہے اور کررہے ہیں وہ دو عقیدے یہ ہیں

(۱) قیامت کے نزدیک حضرت امام مہدی رحمہ اللہ کا ظہور (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول و قتل دجّال

ان گمرہ لوگوں کا مفصّل تذکرہ تو صفحات کی تنگ دامنی کے باعث ممکن نہیں ہے۔ البتہ تیسری صدی ہجری میں مہدی ہونے کا دعویٰ کرنے والے کا تذکرہ ضروری ہے اور وہ ہے مرزا غلام احمد قادیانی۔

مرزا قادیانی نے مہدی و مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ احادیث میں مہدی و مسیح کا الگ الگ ذکر ہے لیکن اس نے دونوں دعوے اپنی ذات میں جمع کرنے کے لیے ایک ضعیف حدیث **لا مھدی الا عیسیٰ** کا سہارا لیا۔ اس حدیث کے صحت وضعف پر علمی بحث کرنے کی بجائے مرزا قادیانی کا یہ حوالہ ہی اس کے استدلال کی تردید کے لیے کافی ہے۔ ''مہدی، مسیح'' اور دجال تینوں مشرق سے ظاہر ہوں گے۔'' (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۴۷)

مرزا غلام احمد نے جب مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد کی وہ احادیث پڑھیں جن میں امام مہدی کی درج ذیل علامات لکھی ہوئی ہیں۔

(۱) امام مہدی کا نام حضور علیہ السلام کے نام اور ان کے والد کا نام حضور علیہ السلام کے والد کے نام پر ہوگا۔

(۲) وہ حضور علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے۔

(۳) وہ سات یا نو سال زمین پر حکومت کریں گے۔

(۴) زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

(۵) بیت اللہ میں رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگ ان کی بیعت کریں گے۔

(۶) رومیوں کے ساتھ لڑائی لڑیں گے۔

مہدی و مسیح کی تمام احادیث کے بین السطور سے یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ امام مہدی، دجال اور اس کے لشکر کے ساتھ لڑائی میں ان کے معاون خاص ہوں گے۔ مرزا قادیانی نے خود کو مہدی ظاہر کرنے کے لئے عجیب تاویلیں کیں۔

(۱) اپنے خاندان کو سادات ظاہر کیا

(۲) عیسائیوں کو دجال قرار دیا اور کہا ان سے لڑائی سے مراد قلمی لڑائی ہے۔

(۳) اپنے کفر کو چھپانے کے لیے کہا کہ امام مہدی پر کفر کے فتوے لگائے جائیں گے۔

(۴) مہدی و مسیح کی احادیث میں جنگ کرنے کا ذکر آیا ہے۔ ان میں تاویل کرتے ہوئے انہیں خونی مہدی و خونی مسیح قرار دیا۔

مہدی، مسیح کے دعووں کی آڑ میں اس نے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان وجیب پر ہاتھ صاف کئے۔ مسمریزم قسم

کے عملیات میں مہارت پیدا کر کے لوگوں کو اپنی جانب مسلسل متوجہ کیے رکھا۔ گول مول پیش گوئیاں کر کے دوسروں کو بے وقوف بنایا اور پیش گوئیوں کے الفاظ میں اپنے فرار کی ہمیشہ گنجائش رکھی۔ اپنے مہدی ہونے کی ایک نشانی یہ بتائی کہ مہدی دنیا میں کسی کا شاگرد نہ ہوگا' کہا کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں کسی کا شاگرد نہیں ہوں (ایام الصلح ص ۱۴۷، طبع اول) حالانکہ ''کتاب البریہ'' میں بقلم خود اپنے چار استادوں کا تذکرہ کر چکا ہے۔ امام مہدی ہونے کے دعویٰ کے حوالہ سے مرزا نے اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ الجھائے رکھا چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(الف) ایک غلطی کا ازالہ میں سادات میں سے ہونے دعویٰ کیا جب کہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں انکار کر دیا۔

(ب) اس نے لکھا امام مہدی کے متعلق تمام حدیثیں نا قابل اعتبار ہیں۔ (حقیقۃ المہدی ص ۳) اس کے برعکس ضمیمہ تحفہ گولڑویہ (ص ۸) پر اپنے آپ کو مہدی ثابت کرنے کے لئے احادیث سے استدلال کیا۔

(ج) نشان آسمانی (ص ۱۰) پر لکھا کہ صحاح ستہ میں کئی مہدیوں کا ذکر ہے۔ ایک مہدی فارس کا ہوگا جس کا ظہور ہندوستان سے ہوگا (واضح رہے کہ مرزا کا ایک دعویٰ فارسی خاندان سے ہونے کا بھی ہے) لیکن اس کے خلاف حقیقت المہدی ص ۲۹ پر مہدی سے متعلق تمام احادیث کو ضعیف، مجروح، موضوع اور افترائی لکھا۔

اس نے کہا: ''حدیث صحیح میں آ چکا ہے کہ امام مہدی کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کے نام درج ہوں گے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۰)

اس کے برعکس براہین حصہ پنجم میں مہدی کے متعلق تمام حدیثوں کو مجروح ومخدوش قرار دیا۔ یہی حال مرزا کی دعویٰ نبوت ومسیحیت کے متعلق قلابازیوں کا ہے جس کی تفصیل پھر کسی موقعہ پر عرض کریں گے۔ اس تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی مہدویّت کا کچا چٹھا کھولنے کے لیے مذکورہ بحث کافی ہے۔ ہر دور میں ایسے مہدی ومسیح پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

ان جھوٹے مدعیان مہدویّت ومسیحیّت کی فتنہ پردازیوں اور تخریب کاریوں سے تنگ آ کر بعض لوگ دوسری انتہا پر چلے گئے اور قرب قیامت میں سچے مہدی ومسیح کی آمد سے ہی انکار کر دیا اور اس کے لیے عقلی دلائل ایجاد کیے جانے لگے جنہیں عقلی دلائل کی بجائے عقلی ڈھکوسلے کہنا زیادہ مناب ہوگا۔ جبکہ بعض لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے جھوٹے مہدیوں کے جال میں پھنس گئے۔ مہدی ہونے کے جھوٹے دعویدار جہالت، دین سے دوری نفس، دنیا اور شیطان کی غلامی کی وجہ سے ایسے دعوے کرتے ہیں دنیا اور مال ودولت کی محبت ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دیتی ہے۔ حال ہی میں مہدی ہونے کے دعویدار شہباز نامی شخص کی تخریب کاری وفتنہ پردازی، اس حقیقت کی ایک واضح مثال ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق یہ شخص لندن میں قادیانی اداروں میں کام کرتا رہا ہے۔ بعض حضرات کے بقول خود بھی قادیانی ہے اصلی مہدی کی آمد تک جھوٹے مہدی آتے رہیں گے۔ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے اور ایمان بچانے کی ضرورت ہے۔ اس قسم کے لوگوں کے متعلق اکبر نے خوب کہا ہے:

اپنی ہوس کے آگے ، ملت کو چھوڑ بھاگے
اور کہہ دیا ہم تو اس عہد کے نبی ہیں

شرم تم کو مگر نہیں آتی

(بہ سلسلہ ''اخوان الصفاء'')

۱۷؍دسمبر ۲۰۰۵ء کو ''نوائے وقت'' (لاہور) میں جاوید اختر بھٹی کا ایک خط شائع ہوا۔

۶؍جنوری ۲۰۰۶ء کو محمد عباس شاد کا جواب شائع ہوا اور اب اس کا مزید جواب پیش کیا جا رہا ہے۔

جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم

میری ایک مرتبہ کتاب ''اخوان الصفاء'' اپریل ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی لیکن اس سے پہلے میں اپنا مختصر سا تعارف پیش کرنا چاہتا ہوں۔

گزارش ہے کہ مجھے لکھتے ہوئے ۲۸ برس سے اوپر ہو گئے ہیں۔ میری پہلی کتاب ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی۔ ۲۰۰۵ء تک میں نے بہت سا کام کیا کیونکہ میں نے ہمیشہ دیانت داری اور سچائی کے ساتھ ادب کی خدمت کی۔ اس لیے میں نے جب بھی کوئی کام کیا' اسے پسند کیا گیا۔ آپ کی خدمت میں اپنی کتابوں کی فہرست پیش کرتا ہوں:

افسانے: (۱) چاند کے زخم (۱۹۸۱ء) (۲) مگر تم زندہ رہنا (۱۹۸۹ء) (۳) ربی ذات (۲۰۰۱ء)

ادبی کالم: حاشیے (۱۹۸۶ء)

تحقیق وتنقید: (۱) اردو ہندی (ایک تاریخی جائزہ) (۱۹۸۵ء) (۲) ابر گہر بار (۱۹۹۵ء) (۳) جوئبار (۱۹۹۷ء) (۴) فلسفۂ مذہب (۱۹۹۹ء) (۵) فیضانِ آزاد (۲۰۰۱ء) (۶) مرزا عظیم بیگ چغتائی (۲۰۰۳ء) (۷) بیس نام ور ادبی شخصیات (۲۰۰۴ء) (۸) الہلال اور البلاغ کے اشارات ومباحث (۲۰۰۵ء) (۹) اخوان الصفاء (۲۰۰۵ء) (۱۰) بیس معروف ادبی شخصیات (زیر طبع)

اور پھر اچانک ایک واقعہ ہوا کہ میری مرتبہ کتاب ''اخوان الصفاء'' کے بہت بعد لاہور کے ایک ناشر محمد عباس شاد جن کا ادارہ ''دارالشعور'' کے نام سے قائم ہے۔ انہوں نے یہ کتاب نومبر ۲۰۰۵ء میں ''فروری ۲۰۰۵ء'' کی تاریخ میں شائع کر دی۔ میں نے ایک خط ''نوائے وقت'' کو ارسال کیا۔ جسے ۱۷؍دسمبر کو شائع کیا گیا۔ لیکن شاد صاحب نے شرمندہ ہونے کی بجائے ایک خط اس کے جواب میں لکھا جو کہ ۶؍جنوری ۲۰۰۶ء کو ''نوائے وقت'' میں شائع ہوا۔ انہوں نے چوری اور سینہ زوری کی روایت کو قائم رکھا۔ انہیں اس بات کی پریشانی ہے کہ میں نے اس کتاب پر اپنا نام بطور مرتب کیوں لکھا۔ کتاب کے سرورق پر اپنا نام چھاپ کر مولوی اکرام علی کی تاریخی کتاب اپنے کھاتے میں ڈال لی۔ وغیرہ وغیرہ۔ جناب! جب میں نے کتاب پر مرتب لکھا تو پھر وہ کتاب میرے کھاتے میں کیسے چلی گئی۔ (راقم عنقریب ایک مفصل مضمون لکھے گا' جس کو پڑھ کر آپ اندازہ کریں گے کہ دارالشعور اور مکی دارالکتاب (لاہور) نے کس طرح دوسرے مصنفین کی کتابوں کو اپنے کھاتے میں

ڈال لیا۔)وہ کتاب تو اسی شخص کی رہی جس کی تھی۔میں نے اس کتاب کو بہتر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی۔مگر شاد صاحب نے شب خون مارا اور وہ خوش بھی ہیں کہ بطور ناشر انہوں نے بڑا تیر مارا ہے۔لاہور میں صدیوں سے کتابیں چھپ رہی ہیں۔آج بھی بڑے بڑے ناشر اردو کی خدمت کر رہے ہیں لیکن کسی ناشر نے کسی ادیب کے بارے میں ایسا توہین آمیز خط کبھی نہیں لکھا۔

شاد صاحب کے ہاتھ تو پہلے سے خون آلودہ ہیں۔انہیں یاد نہیں رہا کہ انہوں نے اپریل ۲۰۰۵ء میں ایک کتاب ''اسلامی جنگیں'' شائع کی تھی۔اس کتاب کے مصنف شفیقی عہدی پوری ہیں۔یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کی جلد اوّل (اشاعت اوّل)۱۹۶۸ء۔جلد دوم (اشاعت اوّل)۱۹۶۹ء۔جلد سوم (اشاعت اوّل)۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی۔یہ تینوں جلدیں انجمن حمایت اسلام لاہور نے شائع کی ہیں اور یاد رہے کہ ان تینوں جلدوں پر صرف شفیقی عہدی پوری کا نام درج ہے لیکن دارالشعور نے جو ایڈیشن شائع کیا ہے۔اس کے سرورق پر شفیقی عہدی پوری سے پہلے رفیق انجم کے نام کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔کیا دارالشعور کے مالک بتا سکتے ہیں کہ شفیقی عہدی پوری کے ساتھ رفیق انجم کا نام کیوں شائع کیا گیا۔انہوں نے اس کتاب کے لیے کیا خدمت سرانجام دی۔رفیق انجم نے ایسا کون سا کارنامہ کیا ہے کہ اس کا نام مصنف سے پہلے لکھ دیا جائے اور یہ بھی فرمائیے کہ یہ رفیق انجم کون صاحب ہیں؟

جلد اوّل میں ''پیش لفظ'' ایم شفیق طارق نے لکھا اور تعارف طاہر قریشی نے۔ناشر صاحب نے ان دونوں تحریروں کو کتاب سے خارج کر دیا۔

اور کتاب کا انتساب ہے:

''پاکستان کے ان شہیدوں اور غازیوں کے حضور جنہوں نے ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھارت کے دزدانہ حملے کا منہ توڑ جواب دیا۔''

اس انتساب کو ناشر صاحب نے کتاب سے خارج کر دیا ہے۔کیا وہ پاکستان کے ان شہیدوں کو پسند نہیں کرتے' جنہوں نے وطن عزیز کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

ایک بات وضاحت طلب ہے کہ ناشر صاحب نے اس کی دو جلدوں کو یک جا کر کے چھاپ دیا مگر تیسری جلد جس میں پاکستان اور بھارت کی جنگوں کا ذکر ہے۔انہیں اس قابل تصور نہیں کیا کہ وہ اس کا حصہ بنیں۔

محمد عباس شاد صاحب اشاعتی دنیا میں داغ دار دامن کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔

شفیقی عہدی پوری کوئی معمولی مصنف نہیں تھے۔ان کی معروف کتاب ''فلسفہ ہند و یونان'' ہے' جسے مجلس ترقی ادب نے شائع کیا تھا۔اس کتاب کو بھی اپریل ۲۰۰۵ء میں دارالشعور نے شائع کر دیا۔کیا دارالشعور نے ان کتابوں کی اجازت انجمن حمایت اسلام اور مجلس ترقی ادب سے یا مصنف سے یا مصنف کے کسی عزیز سے حاصل کی۔یا صرف چور بازاری کو فروغ دے رہے ہیں؟

شاد صاحب فخر یہ انداز میں لکھتے ہیں کہ ''اس ادارے نے (یعنی دارالشعور نے) ''تفسیر ابن عباس اردو'' شائع کی''۔ یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کی لاعلمی ان دنوں عروج پر ہے کیونکہ یہ کتاب جسے پاکستان میں پہلی بار ۱۹۷۰ء میں کلام کمپنی کراچی نے مولانا عابدالرحمٰن صدیقی کے ترجمے کے ساتھ شائع کیا گیا۔ اس ترجمے کا چربہ مولانا پروفیسر حافظ محمد سعید احمد عاطف کے طویل نام کے ساتھ شائع کر کے مولانا عابدالرحمٰن کا نام غائب کر دیا گیا۔ یوں شاد صاحب نے ایک اور کارنامہ سرانجام دیا۔ دارالشعور کی اکثر کتابیں اسی قسم کے چربے ہیں۔

لیکن مختصراً یہ کہ شاد صاحب نے ''دین الٰہی کا پس منظر'' شائع کی تو اس کے مصنف مولانا مہر محمد شہاب کے نام کے ساتھ مدظلہ (ان کا سایہ دراز ہو) لکھا جبکہ ان کا انتقال ۲۵ر فروری ۱۹۷۶ء کو ہوا۔ یعنی وہ مدظلہ کے معنی سے واقف نہیں یا انہیں تا حال مصنف کی وفات کی اطلاع نہیں ہوئی۔

مولانا ابوالکلام آزاد پر ایک معروف کتاب ''آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی'' ایک زمانے سے شائع ہو رہی ہے۔ شاد صاحب کو مصنف کا دیا ہوا نام پسند نہیں آیا یا پھر وہ اپنی اہلیت کو زیادہ بہتر تصور کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کا نام ''آپ بیتی ابوالکلام آزاد'' رکھ دیا۔ یہی حرکت انہوں نے ظہیر دہلوی کی معروف کتاب ''داستانِ غدر'' کے ساتھ کی۔ اس کا نام تبدیل کر کے ''۱۸۵۷ء کے چشم دید حالات'' کا نام دے دیا۔ شاید اس سے وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ لوگ جو ان کتابوں کو لکھ کر راہیِ عدم ہوئے۔ وہ اس معیار کی ذہانت نہیں رکھتے تھے۔ جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے اس بشر، صاحبِ دارالشعور کو عطا کی ہے۔ دراصل وہ کسی نفسیاتی عارضے میں مبتلا ہیں۔

شاید وہ نہیں جانتے کہ کتب فروشی کا پیشہ باقی تمام پیشوں سے مختلف ہے۔ یہ تو ایک طرح سے عبادت ہے مگر کچھ لوگ اس پیشے کو قابل نفرت دھندے کے طور پر اختیار کرتے ہیں اور سینہ چوڑا کر کے پھرتے ہیں کہ انہوں نے بہت جواں مردی کا کام کر دکھایا۔ یہ سوائے خوش گمانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر رحم کرے اور انہیں ہدایت دے تا کہ وہ گمراہی کی لذت سے نجات حاصل کر لیں۔

یہ بات بارہا مشاہدے میں آ چکی ہے کہ کچھ لوگ اپنی عبادات کے باعث امام مہدی یا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں۔ گویا ان کی عبادت ان کے کسی کام کی نہیں رہتی۔ جنہیں وہ اپنی اہلیت تصور کر لیتے ہیں۔ وہ دراصل بدگمانی ہے جو کہ شیطان' آدمی کو اپنا ہم نوا بنانے کے لیے اس کے دل و دماغ میں ڈال دیتا ہے۔

محمد عباس شاد لاہور کے ایک کتب فروش ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو مضافات سے اس لیے لاہور آتے ہیں کہ ان کی مالی حالت بہتر ہو۔ لاہور میں بہت سے ناشر موجود ہیں۔ جن کے کام کو دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ ان کے لیے دعا کی جائے۔ مگر شاد صاحب نے متضاد راہ اختیار کی اور اپنی جھولی عذاب سے بھر لی۔ وہ سرقہ کرتے ہیں، کتابوں کے چہرے کو مسخ کرتے ہیں اور مصنف کے نام کے ساتھ نامعلوم قسم کے نام کا اضافہ کر کے اشاعتی دنیا میں ناپسندیدہ شخصیت قرار پاتے ہیں۔

برسوں پہلے ایک کتاب ''ارشادات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی'' مکتبہ دینیہ دیوبند نے

شائع کی تھی۔ اسے مولانا افضال الحق اعظمی نے مرتب کیا۔ ۱۹۹۸ء میں اس کتاب کا چربہ چھاپنے کا اہتمام شاد صاحب نے کیا اور ''ارشادات مدنی'' کے نام سے ایک کتاب دے ماری۔ ترتیب وتدوین پر محبوب الرحمٰن انور کا نام آ گیا۔ مکتبہ دینیہ دیوبند کی چھپی ہوئی ساری کتاب اٹھا کر محبوب کی کتاب میں دی گئی اور استفادے تک کا ذکر نہیں آیا۔ گویا چور بازاری کی ایک اور مثال قائم کر دی اور اعتراض ہے تو مجھ پر کہ میں نے ''اخوان الصفاء'' پر اپنا نام مرتب کے طور پر کیوں لکھا ہے۔ دارالشعور اور مکی دارالکتاب کی کتابیں سامنے ہیں لیکن خطوط میں ان تمام باتوں کا سامنے آنا ممکن نہیں۔ ان شاءاللہ اس سرقہ پرست ناشر کی کتابوں کے بارے میں ایک مستقل سلسلہ شروع کیا جائے گا، جس میں دارالشعور کی گٹھڑی کو کھول دیا جائے گا اور اس میں جو کچھ ہے، اسے کتاب دوستوں کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

میرا دامن صاف ہے۔ اس کی گواہی ملتان اور لاہور کے بہت سے لوگ دے سکتے ہیں۔ میں نے برسوں ادب کی خدمت کی ہے۔ اس کا اجر اب شاد صاحب جیسے لوگوں کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔

میں اس ناشر کے بارے میں یہ دعا بار بار کرتا رہوں گا کہ اللہ تعالیٰ لاہور کے اس ناشر کو ہدایت دے اور اسے اپنے اس فعل پر شرمندہ ہونے کی فرصت عطا فرمائے۔ (آمین)

اور آخر میں ایک وضاحت بھی کرتا چلوں۔ جس کا علم مجھے ۱۳ر دسمبر ۲۰۰۵ء کو ہوا۔ (کیا میرے عالم فاضل ناشر دوست کو اس واقعہ کا علم ہے؟) کہ اس کتاب یعنی ''اخوان الصفاء'' مترجم مولوی اکرام علی پر پہلے بھی ایک کام ہو چکا ہے۔ اسے مجلس ترقی ادب لاہور نے فروری ۱۹۶۶ء میں شائع کیا۔ اس کے ناشر سید امتیاز علی تاج ستارۂ امتیاز ہیں اور مرتب کا نام سرورق پر ڈاکٹر احراز نقوی لکھا ہوا ہے۔ کیا نقوی صاحب کے مرتب ہونے پر بھی شاد صاحب کو کوئی اعتراض ہے؟

محمد عباس شاد کے اس خط کو پڑھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

شرم تم کو مگر نہیں آتی

جاوید اختر بھٹی (ملتان)

۷ر جنوری ۲۰۰۶ء

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

5 فروری 2006ء اتوار بعد نماز مغرب

دفتر احرار 69/C وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور فون: 042-5865465

عینک فریمی

زبان میری ہے بات اُن کی

- میلسی: اداکارہ نادیہ چودھری اور ستارہ ملک کا تھیٹروں میں فحش رقص۔ (ایک خبر)

دخترانِ ملک و ملت رقص فرماتی رہیں
اس نئی تہذیب کا کلچر اسی کا نام ہے

- یہودی، مسلمان اور عیسائی ایمان والوں میں شامل ہیں۔ (ڈاکٹر طاہر القادری)
- ❑ بعض لوگوں کی اوپر والی منزل بالکل خالی ہوتی ہے۔
- لاہور میں نیوائیر نائٹ پر ہلا گلا۔ گیسٹ ہاؤسوں میں شراب و شباب کی محفلیں۔ (ایک خبر)
- ❑ یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!
- کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے لیے علماء سے رجوع کیا جائے۔ (اجمل قادری)
- ❑ ''اور قرآنِ پاک کی تفسیر کے لیے وزراء سے رجوع کیا جائے۔'' واہ قادری صاحب!
- عورت بھی ساقی کے فرائض ادا کر سکتی ہے۔ (دہلی ہائی کورٹ)
- ❑ ساقی نہیں ''سقّن'' زیادہ مناسب و موزوں ہے۔
- ۲۰۰۵ء میں ۴ بیل، ۹۲ بلیاں، ۱۳۱ کتے، ۲۵۰ مینڈک بیرون ملک بھجوائے گئے۔ (ایک خبر)
- ❑ ایکسپورٹ بیورو کا کارنامہ ملاحظہ ہو!
- امریکی پالیسیاں ہمارے لیے مسائل پیدا کر رہی ہیں۔ (شیخ رشید احمد)

وہ بے وفا ہے، وہ کج ادا ہے، امریکہ مسائل کا بادشاہ ہے
اگر اُسے دل میں رکھ لیا ہے تو پھر کیا دل میں ملال رکھنا

- مدارس کی اسناد کو متنازعہ بنا دیا گیا جب کہ قومی اسمبلی میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی اسناد جعلی ہیں۔ (قاضی حسین احمد)
- ❑ سرکار کے نزدیک جعلی اسناد، مدارس کی اسناد سے زیادہ وقیع ہیں
- پرائمری جماعتوں میں اسلامیات، معاشرتی علوم کے مضامین ختم کرنے کا فیصلہ۔ (ایک خبر)

کچھ لوگ مخالف ہیں اسلام و وطن کے
کہتے ہیں فرمانِ قضا اور ہی کچھ ہے

ادارہ

مسافرانِ آخرت

مولانا حافظ عبدالرشید ارشد رحمہ اللہ

ممتاز عالم دین مولانا حافظ عبدالرشید ارشد ۱۶؍ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷؍جنوری ۲۰۰۶ء لاہور میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا رحمہ اللہ نے جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری، مولانا حبیب اللہ رشیدی اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہم اللہ جیسے عظیم اساتذہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ وہ ماہنامہ ''الرشید'' لاہور کے مدیر اور مکتبہ رشیدیہ کے منتظم تھے۔ شخصیات کے احوال وآثار اور تذکرہ وسوانح اُن کے خاص موضوع تھے۔ ''بیس بڑے مسلمان''، ''بیس مردانِ حق'' اور ''واردات ومشاہدات'' اُن کی معروف کتابیں ہیں۔ پاکستان میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ''الہلال'' کے فائل کو انہوں نے شایانِ شان طریقے سے شائع کیا۔ ماہنامہ ''الرشید'' کے دارالعلوم دیوبند نمبر، مدنی واقبال نمبر اور تذکرہ دارالعلوم دیوبند نمبر، تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح دو ضخیم جلدوں میں نعت نمبر شائع کیا۔ جس پر صدارتی ایوارڈ بھی ملا۔ ''نعت نمبر'' صوری اور معنوی اعتبار سے نعتیہ ادب کا شاہکار ہے۔ وہ آج کل اپنی یادداشتوں پر مشتمل کتاب ''حیاتِ مستعار'' لکھ رہے تھے۔ معلوم نہیں یہ کتاب کس مرحلے میں تھی۔ مرحوم ایک سنجیدہ، باوقار، ہنس مکھ، مخلص، وضع دار اور اکابر کی یادگار انسان تھے۔ انہیں بزرگوں کے واقعات ازبر تھے۔ پختہ اور سادہ اسلوبِ تحریر تھا، جس میں وہ نفس مضمون اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار نہایت کامیابی سے کرتے۔ ان کی تحریروں میں اُنس اور محبت کی ایک خاص کیفیت تھی۔ قاری اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا تھا۔ روانی اتنی ہوتی کہ قاری کی دلچسپی آخر تک برقرار رہتی۔ وہ اکابر کی یادوں کا مرقع اور عصر حاضر کی تاریکیوں میں روشن چراغ تھے۔ مجلس احرار اسلام کے امیر ابن امیر شریعت، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، ناظم اعلیٰ پروفیسر خالد شبیر احمد، ناظم نشر واشاعت عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر تمام مرکزی رہنماؤں نے مولانا کے انتقال پر گہرے صدمے کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

پروفیسر محمود الحسن قریشی مرحوم

ہمارے بہت ہی پیارے دوست، دیرینہ کرم فرما اور مہربان پروفیسر محمود الحسن قریشی ۲۴؍جنوری ۲۰۰۶ء بروز منگل ملتان میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ انتہائی ہنس مکھ اور دوستوں

کا غم غلط کرنے والے محمود قریشی ہم سب کو غمزدہ اور اشکبار کر گئے۔ وہ گورنمنٹ کالج سول لائنز ملتان میں اردو کے پروفیسر تھے۔ ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے ۱۹۷۹ء میں دارِ بنی ہاشم ملتان میں رہائش اختیار کی تو محمود قریشی اُن کے ہمسائے تھے۔ تب وہ کالج کے طالب علم تھے۔ صبح و شام انہیں شاہ جی کے پاس بیٹھے دیکھا۔ شاہ جی انہیں بیٹوں کی طرح عزیز رکھتے۔ وہ اکثر اپنے دوستوں کو بھی شاہ جی کے ہاں لے آتے اور گھنٹوں محفل جمتی۔ اردو ادب کا وسیع مطالعہ تھا۔ وہ خود ایک اچھے مزاح نگار، خاکہ نگار اور انشائیہ نگار تھے۔ تنقید، افسانہ اور تاریخ و سیاست پر گہری نظر تھی۔ مجلس آرائی کے فن کے شناور تھے۔ جگت، پھبتی، لطیفہ، برجستہ گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔ جس محفل میں بھی ہوتے سب پر چھا جاتے۔ وہ دارِ بنی ہاشم کی محفلوں کی جان تھے۔ صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور رمضان میں اعتکاف کا اہتمام کرتے۔ صحت مند تھے تو اکثر نمازیں دارِ بنی ہاشم کی مسجد میں باجماعت ادا کرتے۔ گزشتہ ڈیڑھ سال سے کینسر کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ اس بیماری کا بڑی ہمت سے مقابلہ کیا اور کبھی زبان پر شکوہ نہیں لائے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ ۲۴؍ جنوری ۲۰۰۶ء کو صبح ۹ بجے اُن کا انتقال ہوا۔ راقم اور مدرسہ معمورہ کے اساتذہ نے انہیں غسل دیا۔ ۲ بجے بعد نمازِ ظہر دارِ بنی ہاشم میں حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ انہیں آبائی گاؤں غوث پور ضلع خانیوال میں رات گئے سپردِ خاک کیا گیا۔ حق تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے۔ (آمین)

☆ **مرزا عبدالغنی مرحوم:**

مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ کے قدیم کارکن جناب مرزا عبدالغنی ۸؍ جنوری ۲۰۰۶ء کو انتقال کر گئے۔ مرحوم روزِ اوّل سے ہی احرار سے وابستہ تھے۔ انہوں نے ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ انہوں نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی رفاقت میں زندگی کا بہترین حصہ گزارا۔ وہ ایک مخلص و فعال اور مخلص کارکن تھے۔ احرار کے لیے اُن کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

☆ **ملک حبیب اللہ مرحوم:**

’’مجلس احرار اسلام شاہ پور (ضلع رحیم یار خان) کے قدیم کارکن ملک حبیب اللہ مرحوم ۱۹۸۰ء کے عشرے میں ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی تقاریر سے متاثر ہو کر جماعت میں شامل ہوئے۔ خانوادۂ امیر شریعت سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ طویل علالت کے بعد ۸؍ جنوری ۲۰۰۶ء بروز اتوار انتقال کر گئے۔

☆ **محمد اسلم چیمہ مرحوم:**

مجلس احرار اسلام گجرات کے مخلص اور مزدور کارکن تھے۔ ۱۹۷۲ء میں ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کے قیام گجرات کے زمانہ میں اُن کی تقاریر سن کر متاثر ہوئے اور احرار میں شامل ہو گئے۔ تمام عمر مزدوری کرتے رہے اور احرار کے ساتھ ہی وابستہ رہے۔ ۸؍ جنوری ۲۰۰۶ء اتوار کو رحلت کر گئے۔

☆ **حافظ محمد ابراہیم مرحوم:**

مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن حافظ عبدالکریم مرحوم کے فرزند حافظ محمد ابراہیم ۱۳ر جنوری ۲۰۰۶ء بروز جمعہ انتقال کر گئے۔ مرحوم' ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کے حفظ قرآن کے ساتھیوں میں سے تھے اور شیخ القرأ حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں تھے۔ حافظ محمد معاویہ سیال (ایم ایم ادیب)، حافظ محمد ابوبکر اور محمد بلال کے بڑے بھائی تھے۔

☆ **ڈاکٹر کریم بخش مرحوم:**

مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن جناب حکیم محمد رمضان جراح مرحوم کے فرزند ڈاکٹر کریم بخش' رنگ پور کھیڑا (ضلع مظفر گڑھ) میں ۱۶ر جنوری ۲۰۰۶ء بروز پیر انتقال کر گئے۔

☆ احرار ختم نبوت مشن گلاسگو کے معاون خصوصی حافظ ظہور الحق کے والدِ گرامی ۱۰ر جنوری کو دولت پور (کچا کھوہ) میں انتقال کر گئے۔ عبداللطیف خالد چیمہ اور چودھری محمد اشرف دولت پور تعزیت کے لیے گئے جبکہ احرار ختم نبوت مشن برطانیہ کے امیر شیخ عبدالواحد نے گلاسگو میں حافظ ظہور الحق سے تعزیت کا اظہار کیا۔

☆ مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے کارکن اور مسجد ابوبکر صدیق کے منتظم جناب ماسٹر غلام یٰسین کے چچازاد محمد امیر مرحوم

☆ مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے کارکنان حاجی محمد نواز کے بھائی، محمد فہیم اصغر اور حافظ امتیاز کے چچا فوجی محمد اسماعیل مرحوم

☆ مجلس احرار اسلام میراں پور (میلسی) کے کارکن محمد ریاض عاربی کے ماموں حق نواز عاربی مرحوم (۱۹ر جنوری ۲۰۰۶ء)

☆ ملتان میں ہمارے معاون محترم مسعود احمد (نیوفیشن کلاتھ ہاؤس) کے والد غلام محمد مرحوم (۲۲ر جنوری ۲۰۰۶ء)

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

دعائے صحت

☆ محترم قاری محمد یعقوب نقشبندی (جلال پور پیروالا)

☆ والدہ صاحبہ' جناب حافظ محمد اکرم احرار (میراں پور' میلسی)

☆ محمد الیاس میراں پوری کے ماموں جناب محمد رمضان (میلسی)

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

تبصرہ: مولانا مشتاق احمد (چنیوٹ)

● کتاب: فوائد نافعہ (۲ جلدیں) مصنف: مولانا محمد نافع مدظلہٗ

ناشر: دارالکتاب غزنی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور قیمت مکمل سیٹ: ۵۰۰ روپے

حضرت الاستاذ مولانا محمد نافع صاحب مدظلہٗ (فاضل دارالعلوم دیوبند) دورِ حاضر کی نابغۂ روزگار ہستی ہیں۔ آپ نے اپنی تحقیقات کو فوائد نافعہ جلد اوّل میں جمع کیا ہے۔ اس جلد کے اہم عنوانات درج ذیل ہیں سوانح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیرت صدیقہ رضی اللہ عنہا، آیہ غار اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل، ثانی اثنین کا لقب صحابہ کرام کی نظروں میں، مختلف شبہات کے جوابات، واقعۂ قرطاس، مسئلہ تراویح' مسئلہ متعہ، مسئلہ طلاق ثلاثہ، مغیرہؓ بن شعبہ اور عمروؓ بن العاص کا دفاع، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر الزامات کے جوابات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں' حدیث حوض کے متعلق طعن، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزامات کے جوابات، افلح اکیڈمی کراچی کے اشتہار کا جواب۔

دوسرے حصہ میں حضرت سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے حالاتِ زندگی، ان کے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم سے خوشگوار تعلقات، خلافت حضرت حسن رضی اللہ عنہ، واقعہ کربلا، مسئلہ ماتم پر مدلّل اور جاندار مباحث ہیں۔ یزید کے مسئلہ پر اہلِ علم میں اختلافی آراء پائی جاتی ہیں، افراط و تفریط بہت ہے۔ لیکن حضرت مصنف مدظلہ اس پل صراط سے بھی بخوبی گزرے ہیں، جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ حضرت مولانا محمد عبدالستار تونسوی مدظلہ کی رائے گرامی بھی شامل ہے۔ آخر میں مولانا مدظلہ کے سوانحی حالات پر مشتمل مختصر مضمون شامل ہے۔ یہ اختصار دراصل مولانا کی کسرِ نفسی ہے۔ مولانا کی سوانح پر مفصل مضمون کی ضرورت ہے۔

● کتاب: بنات اربعہ مصنف: مولانا محمد نافع مدظلہٗ

ناشر: دارالکتاب غزنی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور قیمت: ۲۲۰ روپے

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنی ازواج، بیٹیوں اور مؤمن عورتوں کو پردہ کا حکم دیں۔

رَوافض' قرآنی لفظ ''بنات'' کی تفسیر میں دور از کار تاویلیں کرتے ہیں مثلاً (۱) حضور علیہ السلام کی صاحبزادی ایک ہی تھی اعزازاً جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ (۲) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی تین صاحبزادیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے تھیں وغیرہ۔

محسن اہل سنت' نافع الملّت مولانا محمد نافع مدظلہٗ نے اس کتاب کے آغاز میں حضور علیہ السلام کی حقیقی چار صاحبزادیاں' رَوافض کی مسلّمہ کتابوں سے ثابت کی ہیں۔ یہ بحث ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد چاروں صاحبزادیوں کی الگ الگ عنوانات کے تحت سوانح عمری تحریر فرمائی ہے۔ اور مخالفین کے شبہات کے مدلّل جوابات دیئے ہیں۔ کتاب حضرت علامہ

خالد محمود مدظلہٗ کے مقدمہ سے مزیّن ہے۔ اختلافی مباحث میں آپ کا قلم غایت درجہ احتیاط و اعتدال سے چلتا ہے۔ کسی کی دل آزاری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو کہ تقابل ادیان کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے عمدہ نمونہ اور قابل تقلید ہے۔

● کتاب: حدیث ثقلین مصنف: مولانا محمد نافع مدظلہٗ ناشر: دارالکتاب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور قیمت: ۶۰ روپے

حضور علیہ السلام کا ایک فرمان ہے **تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَاتَمسکتُمْ بھما کتاب اللّٰہ وسنۃ نبیّہٖ** (موطا امام مالک) ترجمہ: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک کہ تم ان کا سہارا لیتے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ (۱) اللہ کی کتاب (۲) اس کے نبی کی سنت۔ سنی وہ شیعہ دونوں فرقوں کی کتابوں میں بعض روایات میں اہل بیتی آیا ہے۔ شیعہ حضرات ان روایات سے اہل بیت کی عظمت اور ان کا واجب الاتباع ہونا ثابت کرتے ہیں۔

استاذ مکرم مولانا محمد نافع مدفیوضہم نے اس کتاب کے دو حصے کیے ہیں۔ پہلے حصہ میں اہل بیت والی روایات کی اسناد پر فریقین کی اسماء الرجال کی کتابوں کی روشنی میں مدلّل بحث کی ہے۔ اور ان روایات کے راویوں کا ضعیف ہونا واضح فرمایا ہے۔ دوسرے حصہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کے علاوہ کوئی واجب الاتباع نہیں ہے۔ حدیث غدیر کے تنقیدی جائزہ کے ضمن میں عقیدۂ امامت پر بھی مختصراً جامع کلام موجود ہے۔

کتاب کی ابتداء میں محترم علامہ ڈاکٹر خالد محمود استاذ العلماء، مناظر اسلام مولانا سید احمد شاہ صاحب چوکیروی مرحوم کی تقریظات بھی درج ہیں۔

● کتاب: حضرت ابوسفیانؓ اور ان کی اہلیہؓ مصنف: مولانا محمد نافع مدظلہٗ

ناشر: دارالکتاب غزنی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور قیمت: ۱۰۰ روپے

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر فتح مکہ تک حضور علیہ السلام اور مسلمانوں کے شدید مخالفوں میں سے تھے، فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے اور اسلام لانے کے بعد دین اسلام کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

بٹی ام المومنین غزوہ حنین میں آپ کی آنکھ بھی شہید ہوئی۔ آپ کے فرزند ارجمند، خلیفۂ راشد امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی طویل خدمات ہیں۔ آپ کی بیٹی اُم المومنین سیدہ ام حبیبہ حرم نبوی ﷺ میں تھیں۔ لیکن بڑے دکھ سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کی خاطر اس خانوادہ کی اہم خدمات اور حضور ﷺ کے ان پر اعتماد فرمانے کے باوجود بعض نام نہاد محققین اور ان کے پیروکاروں کا ان حضرات پر عدم اعتماد؟ ''ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے''

والی صورتحال ہے۔ افسوس یہ ہے کہ بعض محققین تو بزعم خود اچھے مسلمان ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ سے قریبی تعلق رکھنے والوں کو ان کی خدمات کے باوجود مسلمان سمجھنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ العیاذ باللہ

فاصل مصنف دامت برکاتہم مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوسفیان اور ان کی اہلیہ سیدہ ہند، بیٹے سیدنا یزید بن ابی سفیانؓ اور بیٹی اُم المومنین سیدہ ام حبیبہ رملہ رضی اللہ عنہا کے حالات بھی مختصر طور پر ذکر کیے ہیں اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے ہیں۔ **فجزاہ اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء**

ادارہ

مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

اخبار الاحرار

صوبائیت کا نعرہ لگانے والے ملک کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے: سید عطاء المہیمن بخاری

سرائے سدھو(٦رجنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ اسلامی حدود کو تبدیل کرنے اور ۱۹۷۱ کے آئین میں شامل قانون امتناع قادیانیت میں ترمیم کی باتیں کی جا رہی ہیں، جو اسمبلیاں اللہ کی قائم کردہ حدود اور قانون ختم نبوت کی حفاظت نہیں کر سکتیں ان اسمبلیوں کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ اسمبلیوں میں بیٹھنے والوں کی زبانیں کیوں بند ہیں۔ اگر اللہ کی قائم کردہ حدود کو توڑنے اور قانون ختم نبوت میں ترمیم کرنے کی کوشش کی گئی تو مجلس احرار مزاحمت کرے گی۔

ان خیالات کا اظہار انہوں نے جامعہ حسینؓ ابن علیؓ سرائے سدھو میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ صوبائیت کا نعرہ لگانے والے ملک کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، مساجد اور دینی مدارس دارالامن ہیں، جہاں سے محدث، فقیہ، قطب اور ابدال پیدا ہوتے ہیں۔ نماز بندے اور گناہ کے درمیان دیوار بن جاتی ہے، گانا ایمان کو ایسے گھول دیتا ہے جیسے پانی نمک کو گھول دیتا ہے۔

تمام محبّ وطن قوتیں مل کر ’’پاکستان بچاؤ تحریک‘‘ کا آغاز کریں: سید عطاء المہیمن بخاری

بورے والا (۱۵دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ عالمِ کفر امریکہ کی قیادت میں اسلام اور مسلمانوں کے درپے ہے۔ یہ وقت ہے کہ پاکستان کو بچانے کے لیے تمام محبّ وطن قوتیں مل کر ’’پاکستان بچاؤ تحریک‘‘ کا آغاز کریں اور اگر کفر کو یہاں سے نہ بھگایا گیا تو پھر صورتحال مخدوش نظر آ رہی ہے۔ اور فوجی حکمرانوں کی نگرانی میں وہ کھیل کھیلا جا رہا ہے جو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے وقت کھیلا گیا تھا۔ وہ مجلس احرار اسلام بورے والا کے زیرِ انتظام ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔

جامعہ قادریہ اسلامیہ کے مہتمم مولانا محمود احمد قادری، عبداللطیف خالد چیمہ اور صوفی عبدالشکور احرار نے بھی خطاب کیا۔ اجتماع میں ایک قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ ڈویژنل پبلک سکول (ڈی پی ایس) بورے والا کی قادیانی پرنسپل کی کفر والحاد اور فحاشی پر مبنی سرگرمیوں کی سرپرستی کی تحقیقات کرائی جائیں اور قادیانی پرنسپل کو سکول سے برخاست کیا جائے۔

موجودہ حکومت ڈی اسلامائزیشن اور یہود و نصاریٰ کی نگرانی میں کام کرنے والی دین دشمن لابیوں کی آبیاری کے ایجنڈے پر کام کر رہی ہے: عبداللطیف خالد چیمہ

بصیر پور (۲۵ دسمبر) تحریک ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ پاکستان میں قانون توہین رسالت (ﷺ) کو ختم کرانے کے لیے مغربی سفارت کاروں، عیسائی لیڈروں اور قادیانی جماعت کی سرگرمیاں اسلامیانِ پاکستان کے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہیں۔ موجودہ حکومت ڈی اسلامائزیشن اور یہود و نصاریٰ کی نگرانی میں کام کرنے والی دین دشمن لابیوں کی آبیاری کے ایجنڈے پر کام کر رہی ہے۔ وہ ضلع اوکاڑہ کے تنظیمی دورے کے موقع پر ''مدنی مسجد بصیر پور'' میں ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔

اس موقع پر جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ناظم قاری سعید ابن شہید اور مولانا سید محمد اطہر شاہ (دیپالپور) نے بھی خطاب کیا اور انتقال کر جانے والی علاقے کی مشہور مذہبی شخصیت مولانا قاری محمد اسماعیل (بانی جامعہ حنفیہ) کی دینی و تعلیمی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا اور کہا کہ علماءِ حق نے ہر دور میں مشکلات و مصائب برداشت کر کے دین کی آبیاری کی ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

مقررین نے کہا کہ امریکہ کی قیادت میں عالمی استعمار نے دینی اداروں کے خلاف جو یک طرفہ معاندانہ مہم شروع کر رکھی ہے اس کے نتیجے میں بہت سی مشکلات کے باوجود دینی اداروں اور مساجد کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے اور عام لوگوں میں فہم دین کا ذوق بڑھ رہا ہے اور چٹائیوں پر بیٹھنے والوں سے کفر پر ایک خوف طاری ہے۔ قبل ازیں دیپالپور میں ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ چناب نگر سمیت پورے ملک میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ قادیانیوں نے چناب نگر میں مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے اور مسلمان ہونے والوں پر ظلم ڈھایا جا رہا ہے جبکہ سرکاری انتظامیہ مسلسل مجرمانہ چشم پوشی کا مظاہرہ کر رہی ہے اور قادیانیوں کی اسلام اور ملک دشمن کارروائیوں اور ارتدادی سرگرمیوں کو سپانسر کیا جا رہا ہے۔ اجلاس میں اوکاڑہ دیپالپور اور مضافات میں بڑھتی ہوئی قادیانی ارتدادی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار کیا گیا اور ضلعی و تحصیل انتظامیہ سے مطالبہ کیا گیا کہ قادیانیوں کو آئین اور قانون کا پابند کیا جائے۔ بصورت دیگر عوام میں اشتعال بڑھے گا اور ردِعمل کا پیدا ہونا فطری امر ہوگا۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ علاقائی سطح پر تحفظ ختم نبوت کے کام کو منظم کرنے کے لیے مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کو جدید بنیادوں پر استوار کیا جائے گا اور اوکاڑہ میں ضلعی دفتر قائم کیا جائے گا۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے صوبائی حکومت، ضلع جھنگ اور چنیوٹ کی سرکاری انتظامیہ سے چنیوٹ میں قادیانی پٹرول پمپ کی فوری منسوخی، تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال چنیوٹ سے قادیانی ڈاکٹرز کے فوری تبادلے اور چناب

نگر میں نومسلم خواتین پر تشدد کرنے والے قادیانی غنڈوں کو فی الفور گرفتار کرنے اور چناب نگر کے مسلمان طلباء کے خلاف قائم کیے گئے مقدمہ کے اخراج کا بھی مطالبہ کیا گیا۔ایک اور قرارداد میں مدارس دینیہ کی رجسٹریشن کے حوالے سے وفاق المدارس العربیہ کے مؤقف کی مکمل تائید وحمایت کا اعلان کیا گیا اور کہا گیا کہ اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے تحفظات دور کیے بغیر دینی مدارس ہرگز رجسٹریشن نہیں کرائیں گے۔

جھنگ میں مرکزِ احرار مدرسہ ختم نبوت کا افتتاح:

جھنگ (۲۲ر دسمبر) مرکز احرار اسلام جھنگ کے مدرسہ ختم نبوت کی افتتاحی تقریب سے مجلس احرار اسلام کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مساجد اور مدارس اہل اسلام کے دینی شعائر اور علامات ہیں، ان کا تحفظ کرنا اہل اسلام کا ایک دینی وملی فریضہ ہے اور مسلمانوں کی اصلاح اعمال اور معاشرت کا معاملہ بھی انہیں مدارس ومساجد سے وابستہ ہے۔مجلس احرار اسلام کا ہر کارکن مساجد ومدارس کے تحفظ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔انہوں نے کہا کہ قرآن ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ کامیاب انسان صرف وہ ہے جس کا دل ودماغ اسلام کے نور سے منور ہے۔کفر وجہالت تاریکی اور اندھیرے ہیں۔اندھیروں سے اندھیروں کو دور نہیں کیا جاسکتا۔لہٰذا اہل اسلام کو اپنی نئی نسل کو صحیح معنوں میں مسلمان بنانے کے لیے قرآن وسنت کی تعلیم دینا ہوگی۔مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ پروفیسر خالد شبیر احمد نے مجلس احرار اسلام کے اغراض ومقاصد پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

اس تقریب سے مولانا محمد اصغر عثمانی، مولانا محمد اسحاق ظفر اور میاں عبدالغفار احرار نے بھی خطاب کیا۔

قادیانی امداد کی آڑ میں متاثرین کی عاقبت بگاڑ رہے ہیں: عبداللطیف خالد چیمہ

لاہور (۲۰رجنوری) کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات اور مجلس احرار اسلام کے رہنما عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ قادیانی تنظیمیں امداد کی آڑ میں متاثرین زلزلہ کی عاقبت بگاڑنے پر لگی ہوئی ہیں۔حکومت مساجد ومدارس کی تعمیر وترقی میں رکاوٹ ڈال رہی ہے۔جبکہ اسلام وملک دشمن گروہ قادیانیوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔

انہوں نے ہفت روزہ ''غزوہ'' میں چھپنے والی ایک رپورٹ کے حوالے سے بتایا کہ قادیانیوں نے زلزلہ زدگان کی مدد کو ارتدادی مہم کا ذریعہ بنالیا ہے۔انہوں نے کہا کہ قادیانیوں نے ۵ تبلیغی کیمپ اور ایک خیمہ بستی قائم کر لی ہے اور سرعام مسلمانوں کا ایمان لوٹنے لگے ہیں اور وسیع پیمانے پر لٹریچر تقسیم کیا جارہا ہے۔

بتایا گیا ہے کہ آزاد کشمیر کے زلزلہ زدہ علاقوں میں جہاں جہادی اور دعوتی تنظیموں کو انتہائی کڑی نگرانی میں امدادی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت دی گئی ہے اور حکومت نے واضح طور پر حکم دے رکھا ہے کہ کوئی تنظیم یہاں مذہبی

تبلیغ نہیں کر سکتی بلکہ حکومتِ پاکستان نے مساجد و مدارس کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کرنے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے تا کہ اسلامی نظریات اور دینی عقائد فروغ نہ پاسکیں جبکہ ملعون قادیانیوں کو تبلیغ کرنے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔

''غزوہ'' کے تازہ شمارے میں شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق قادیانی تنظیم ''ہیومنٹی فرسٹ'' اسلام آباد، مظفر آباد، باغ، بالاکوٹ میں متاثرین زلزلہ کی امداد کے بہانے انہیں قادیانی بنانے کے لیے کوشاں ہے۔ ایچ ایٹین اسلام آباد کی خیمہ بستی کے علاوہ مظفر آباد اور باغ میں دو دو اور بالاکوٹ میں ایک میڈیکل کیمپ قائم کیا گیا ہے۔ قادیانی مغربی ممالک کے امدادی کارکنان کے ساتھ متاثرین زلزلہ میں جا کر مسلسل ارتدادی تبلیغ میں مصروف ہیں۔

خالد چیمہ نے کہا کہ ایک قابل غور پہلو یہ ہے کہ حساس اداروں کے سامنے یہ سب اسلام دشمن کارروائیاں جاری ہیں اور بیرونی جاسوسوں کو قادیانیوں نے ''پناہ گاہیں'' اور ''کمین گاہیں'' مہیا کر رکھی ہیں لیکن حساس اداروں نے مکمل طور پر چپ سادھ رکھی ہے۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ حکومت امتناع قادیانیت ایکٹ پر عمل درآمد سے مجرمانہ اغماض برت رہی ہے اور قادیانیوں کو مفلوک الحال لوگوں میں اسلام کا ٹائٹل استعمال کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی نظریے سے غداری اور نظریۂ پاکستان سے انحراف کر کے کسی مسئلہ پر قومی یکجہتی پیدا نہیں کی جاسکتی۔

مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کا تحریک پاکستان کے کارکن اور مشہور تاجر شیخ صلاح الدین غازی کی ہلاکت اور قاتلوں کی عدم گرفتاری پر احتجاج

چیچہ وطنی (۱۸؍جنوری) انجمن شہریان (رجسٹرڈ) چیچہ وطنی، مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت نے تحریک پاکستان کے کارکن اور مشہور تاجر شیخ صلاح الدین غازی کی ہلاکت اور قاتلوں کی عدم گرفتاری کے خلاف مرکزی انجمن تاجران کے مطالبات کی تائید و حمایت کا اعلان کیا ہے۔

انجمن شہریان کے نائب صدر چودھری محمد اشرف، مجلس احرار اسلام کے صدر خان محمد افضل، مولانا منظور احمد، محمد معاویہ رضوان، حکیم محمد قاسم نے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ کاروباری طبقہ اور شہری عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ لوگوں کی جان و مال محفوظ نہیں جبکہ پولیس اور سرکاری انتظامیہ عوام کو تحفظ فراہم کرنے میں بری طرح ناکام ہیں اور محض دعوؤں اور روایتی اعلانات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ مذکورہ تنظیموں کے رہنماؤں نے مطالبہ کیا کہ چیچہ وطنی کے تاجر شیخ صلاح الدین کے قتل کا سراغ لگا کر قاتلوں کو گرفتار کیا جائے اور شہریوں کے جان و مال کو تحفظ فراہم کیا جائے۔

مولانا حافظ عبدالرشید ارشد کی وفات پر مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کا تعزیتی اجلاس

چیچہ وطنی (۱۹؍جنوری) مجلس احرار اسلام کے رہنما عبداللطیف خالد چیمہ، جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے مہتمم مولانا

کلیم اللہ اور ناظم قاری سعید ابن شہید نے ممتاز و بزرگ عالم دین، مصنف اور ماہنامہ ''الرشید'' کے مدیر حافظ عبدالرشید ارشد کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی دینی وعلمی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

ایک تعزیتی بیان میں کہا گیا ہے کہ ایک طویل مدت پر مبنی مرحوم کا مثبت دینی کردار اور اکابر کی جدوجہد کو قلم وقرطاس کے ذریعے محفوظ کرنے کی خدمات کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔

الرشید ٹرسٹ اللہ تعالیٰ کی رضا اور انسانیت کی مثالی خدمات سرانجام دے رہا ہے: عبداللطیف خالد چیمہ

ساہیوال (۱۵/جنوری) متاثرین زلزلہ کے لیے متاثرہ علاقوں میں الرشید ٹرسٹ ساہیوال کے ضلعی دفتر سے امداد کی ترسیل کا سلسلہ مسلسل جاری ہے۔ ضلعی ناظم دفتر سعید اللہ نے بتایا ہے کہ ہاتف ویلفیئر ٹرسٹ ہارون آباد کی طرف سے ۸۳ بستر متاثرین زلزلہ کے لیے الرشید ٹرسٹ ساہیوال کے دفتر میں جمع کروائے گئے ہیں جبکہ مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے دفتر کے ذریعے امدادی رقم گزشتہ دنوں جمع کرائی گئی۔ ضلعی دفتر کے ذریعے گیارہ لاکھ اٹھارہ ہزار روپے عیدالاضحیٰ کے موقع پر متاثرہ علاقوں میں قربانی کے لیے جمع ہوئے اور حسبِ اعلان وضابطہ الرشید ٹرسٹ کے زیر انتظام قربانیاں کی گئیں۔

علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ متاثرین زلزلہ کی بحالی کے لیے الرشید ٹرسٹ اللہ تعالیٰ کی رضا اور انسانیت کی خدمت کے جذبے سے مثالی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ مفلوک الحال انسانیت کی جس منظّم انداز میں خدمت کی گئی ہے‘اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

انہوں نے کہا کہ الرشید ٹرسٹ کی شکل میں صحیح الفکر لوگوں نے پوری دنیا کے لیے ایک نمونہ قائم کردیا ہے۔

موجودہ حکومت نے قادیانیت نوازی کی بدترین مثال قائم کی ہے: مجلس احرار اسلام کراچی

کراچی (۲۹/دسمبر ۲۰۰۵ء) مجلس احرار اسلام کے یومِ تاسیس کے موقع پر ۲۹/دسمبر کو ایک مشترکہ بیان میں مولانا احتشام الحق احرار، مفتی فضل اللہ الحمادی، مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی اور ابوعثمان احرار نے مرکزِ احرار میں توحید وختم نبوت کے علمبرداروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہماری منزل ہے تاکہ پوری دنیا کے انسان قرآن وسنت کے الہامی آئین وقانون پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو جائیں۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ آج یہود ونصاریٰ اور قادیانی متحد ہو کر پوری دنیا میں مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دینی مدارس میں زیر تعلیم غیر ملکی طلباء کو ملک بدر کرنا دراصل بیرونی دباؤ کا نتیجہ ہے۔ احرار کارکن امریکی ایجنڈے کی تکمیل نہیں ہونے دیں گے۔ احرار رہنماؤں نے کہا کہ موجودہ حکومت نے قادیانیت نوازی کی بدترین مثال قائم کی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ کلیدی عہدوں پر قادیانیوں کو ہٹایا جائے اور انتشار پھیلانے والے قادیانی رسائل وجرائد، اخبارات اور پریس پر پابندی لگائی جائے۔

ادارہ مجلس احرار اسلام ہند کی سرگرمیاں

اخبار الاحرار

مجلس احرار ہند کی نمایاں کامیابی: قادیانیوں کا سالانہ جلسہ بری طرح ناکام

سالانہ جلسہ کے لیے چلوائی گئی اسپیشل ٹرینیں خالی چلتی رہیں: مقامی اخبارات کا انکشاف

مسلمانوں نے مکمل بیداری کا ثبوت دیا۔ جلسہ گاہ کو پُر کرنے کے لیے دہاڑی دار مزدور لائے گئے

میڈیا کو گمراہ کیا گیا' پرانی تصاویر شائع کروائیں۔ مرتدوں پر بوکھلاہٹ

قادیان (الاحرار) جھوٹے انگریزی نبی مرزا قادیانی کے چیلوں نے اس مرتبہ جماعت قادیان کے سالانہ جلسہ میں اپنے سربراہ مرزا مسرور (جو کہ انگریز کی چھتر چھایہ میں لندن میں مستقل قیام پذیر ہے) کو ہندوستان بلایا تھا اور مرزا مسرور کو یہ باور کروایا تھا کہ اس کے ہندوستان آنے پر لاکھوں افراد اس کا استقبال کریں گے، حکومت اس کی آؤ بھگت کرے گی، اس ضمن میں قادیانیوں نے اخبارات کے ذریعے خوب شور بھی مچایا' اپنے ہی پیدا کیے گئے شور سے قادیانی اس خام خیالی میں مبتلا ہوگئے کہ مرزا مسرور کے آنے پر واقعی عوام کی بڑی تعداد قادیان اُمڈ آئے گی۔ اسی خوش فہمی میں مبتلا قادیانی اہلکاروں نے ریلوے والوں سے بات چیت کر کے امرتسر سے قادیان کے لیے اسپیشل ٹرین بھی روزانہ کے لیے چلوادی۔ قادیانیوں کی یہ خوش فہمی اس وقت کافور ہوگئی' جب کارکنانِ احرار نے ان غدارانِ دین اور وطن کے خلاف پرزور تحریک کا آغاز کر دیا۔ ادھر مرزا مسرور نے ہندوستان کی آزاد سرزمین پر اپنے ناپاک قدم رکھے اور ادھر مجلس احرار اسلام ہند کے جیالے رضا کاروں نے ختم نبوت کا علم بلند کر دیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ۲۳ر دسمبر ۲۰۰۵ء کی دوپہر کو مختلف مقامات پر لاکھوں فرزندانِ اسلام سڑکوں پر نکل آئے۔

مرزا مسرور کی آمد کے خلاف جب مسلمانوں نے ملک گیر احتجاج کیا تو قادیانیوں کے اوسان خطا ہوگئے۔ حکومت پنجاب کے اراکین نے بھی قادیانی خلیفہ کی آمد پر خاموشی اختیار کر لی کیونکہ مسلمانوں کے ملک گیر احتجاج نے حکومت پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں کر دی کہ مسلمان قادیانیوں کے ساتھ نہیں ہیں' مسلمانوں کے عشق نبی میں کیے گئے احتجاجات کا بفضل باری تعالیٰ یہ اثر ہوا کہ اپنے آپ کو ۱۸۱ ممالک کا شاہ کہلوانے والا مرزا مسرور امرتسر اسٹیشن پر اترا تو اس کا استقبال صرف قادیانیوں کے تنخواہ دار ۲۵ عدد ملازمین نے کیا اور پھر بے چینی کی حالت میں مرزا مسرور کو ایک اعلیٰ پولیس افسر کی رہائش گاہ پر لے جایا گیا جہاں اس نے ایک کتاب کا اجراء کیا۔ مرزا مسرور کو ایک پولیس افسر کے دروازہ پر جاتا دیکھ کر عام قادیانیوں نے دانتوں تلے انگلی دبالی وہ یہ سوچنے لگے' یہ تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ ہمارا ۱۸۱ ملکوں کا خلیفہ تو

خود چل کر ایک افسر کے در پر گیا۔ دراصل قادیانیوں کو یہ باور کروایا گیا تھا کہ مرزا کے آتے ہی حکومتِ ہند کے مرکزی لیڈران اس کا استقبال کریں گے۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ اسی دوران پنجاب کے ایک معروف ہندی اخبار ''امراجالا'' کے امرتسر کے نمائندے نے حقائق پر مبنی ایک خبر شائع کر دی کہ ''قادیان کے لیے چلائی گئی سپیشل ٹرینیں خالی چل رہی ہیں۔ ان گاڑیوں کو پہلے روز ایک بھی مسافر نہ ملا'' اس خبر کے شائع ہوتے ہی قادیانیوں کا سارا پول کھل گیا۔ اپنے خلیفہ کو یہ باور کروانے والے کہ ہندوستان میں تو بہت لوگ قادیانیت میں داخل ہو رہے ہیں، منہ چھپاتے پھر رہے تھے۔

مرزا مسرور کی آمد پر اس مرتبہ قادیانیوں کو مزید ذلت کا سامنا اس وقت کرنا پڑا جب ملک کے طول و عرض میں پھیلے رضا کارانِ احرار اور مقامی مجالس تحفظ ختم نبوت کے ارکان اور علماء کرام نے عوام کے درمیان قادیانیت کے چہرے پر پڑا نقاب الٹ دیا۔ جب پیسے کے بل پر کروائی گئی بسیں اور ٹیکسیاں، ریل گاڑی کی طرح خالی قادیان لوٹنے لگیں تو تھک ہار کر قادیانی ملازموں نے اپنی عزت بچانے کے لیے وہی پرانا حربہ استعمال کیا۔ یعنی پھر غریب غیر مسلم افراد کو تین ہزار فی کس کے حساب سے لالچ دے کر قادیان بلایا لیکن اس مرتبہ غیر مسلم غرباء کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ قادیانی صرف اسلام مذہب کے ہی نہیں بلکہ بھارت کی جنگ آزادی کے بھی غدار ہیں تو انہوں نے بھی اپنی غیرت فروخت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ آخر ایسے میں قادیانیوں نے علاقہ قادیان کے اسکولوں سے رابطہ کیا۔ سکولوں اور کالجوں کے منتظمین کو اپنی چکنی چپڑی باتوں میں پھسلا کر سالانہ جلسے میں غیر مسلم طلبہ کو بلوایا لیکن طلبہ خلیفہ کی باتوں پر دھیان دیئے گئے بغیر واپس چل دیئے۔ اپنے سالانہ جلسے کی ناکامی کو چھپانے کے لیے آخر کار قادیانیوں نے اپنے جھوٹے ''نبی'' مرزا قادیان کے مشہور کام کو استعمال کیا کہ ''جھوٹ اتنا بولو کہ لوگ سچ سمجھنے لگیں'' کا حربہ آزمایا۔ اخبارات میں فرضی تصاویر شائع کر کے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ مرزا صاحب کو لوگ جوق در جوق ملنے آ رہے ہیں۔

قادیانیوں کے اس کام کی قلعی بھی عام لوگوں نے کھول دی۔ جب ایک اخبار میں ۱۶/دسمبر کی اشاعت میں مرزا کی تصویر شائع ہوئی جس میں مرزا کو پندرہ افراد کے ساتھ چلتے ہوئے دکھایا گیا اور وہی تصویر اسی اخبار میں دوبارہ ۳۰/دسمبر کو اس عنوان سے شائع کر دی کہ ''مرزا سڑکوں پر کھڑے لوگوں کے سلام کا جواب دیتے ہوئے'' قادیانیوں کی طرف سے میڈیا کو گمراہ کرنے پر عوام میں مزید ناراضی پھیل گئی ہے۔ قادیانی فتنہ کے ملازموں کی ناکامی پر اس مرتبہ صرف اہل اسلام میں ہی نہیں بلکہ تمام ہندوستانیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے کیونکہ مجلس احرار اسلام ہند کی کوششوں سے اب یہ بات بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ قادیانی صرف اسلام کے ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی جنگ آزادی کے بھی غدار ہیں۔

☆......☆......☆

جنت میں گھر بنائیے

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام
چیچہ وطنی کے زیر انتظام

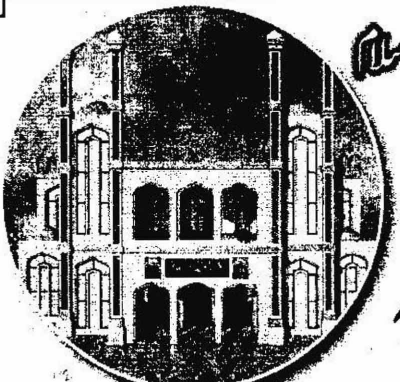

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی کی تعمیر مسلسل جاری ہے۔ تقریباً دو کنال رقبے پر مشتمل مسجد اور ملحقات تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں اور بجلی کی وائرنگ کا کام مسلسل جاری ہے۔ 45x60 کے مسجد کے ہال میں مستقبل میں ائر کنڈیشنڈ کے بڑے یونٹ لگانے کے لیے ابھی سے حسب ضرورت زمین دوز وائرنگ کا اہتمام کرلیا گیا ہے۔ اب تک تقریباً ساٹھ لاکھ روپے سے زائد خرچ ہو چکا ہے جبکہ رنگ روغن، بالائی حصے کے دروازے، ہال کے لکڑی کے مین دروازے منبر ومحراب کے کام سمیت متعدد متفرق کام ابھی باقی ہیں۔ جن کے لیے کم از کم بیس لاکھ روپے کا تخمینہ ہے جبکہ ائر کنڈیشنڈ کا خرچہ اس کے علاوہ ہے۔

الحمد للہ **مرکزی مسجد عثمانیہ** مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کا یکے بعد دیگرے تیسرا مرکز ہے۔ جو ان شاء اللہ مستقبل میں اپنی شناخت اور نظریاتی وفکری کام خصوصاً عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے منفرد کردار ادا کرے گا۔ مسجد عثمانیہ کی تکمیل کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ چیچہ وطنی میں ایک اور مرکز (چوتھے مرکز احرار) **"مسجد ختم نبوت اور ختم نبوت سنٹر"** رحمان سٹی ہاؤسنگ سکیم اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی کا سنگ بنیاد رکھ کر آغاز کیا جائے گا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

جملہ احباب ومعاونین سے درخواست ہے کہ دعا اور تعاون جاری رکھیں

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر: 2324-9 نیشنل بینک جامع مسجد بازار چیچہ وطنی
اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی

منجانب انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) ای بلاک لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی 0300-6939453

تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت 1953ء کے شہداء کی یاد میں

سالانہ ختم نبوت کانفرنس

جامع مسجد بلاک نمبر 12
چیچہ وطنی

23 مارچ 2006ء
جمعرات بعد نماز عشاء

زیر صدارت

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی سیّد عطاء المہیمن بخاری مدظلہ
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

زعمائے احرار کے علاوہ تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام دینی جماعتوں
کے رہنما اور دانشور خطاب فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

040-5482253

شعبہ نشریات تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی

Monthly "Naqeeb-e-Khatm-e-Nabuwwat" Multan. Regd. M. No: 32

تمام مسلمانوں کو اسلامی سالِ نو 1427ھ مبارک

32 بتیسویں سالانہ

مجلسِ ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ

بیاد

سبطِ رسول، پورِ بتول، مظلومِ کربلا

قتیلِ سازشِ ابن سبا

سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہم

دارِ بنی ھاشم مہربان کالونی مُلتان

10 محرم 1427ھ 11 بجے دن تا نمازِ عصر

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

خطباء

مولانا محمد مغیرہ مدظلہ
خطیب جامع مسجد احرار، چناب نگر

جناب عبداللطیف خالد چیمہ
ناظم نشر و اشاعت مجلس احرار اسلام پاکستان

سید محمد کفیل بخاری
ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

ابن ابوذر سید محمد معاویہ بخاری
مدیر: ماہنامہ "الاحرار" ملتان

خصوصی خطاب

آلِ نبی، اولادِ علی
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی دامت برکاتہم

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

بارگاہِ حسینی میں ہدیۂ عقیدت و محبت، تاریخ و سیرت کی روشنی میں تذکار و افکارِ حسین رضی اللہ عنہ اور حقیقت حادثہ کربلا بیان کریں گے

منظوم خراجِ عقیدت • حافظ محمد اکرم احرار • شیخ حسین اختر لدھیانوی

شعبہ نشر و اشاعت

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

Designed by 0300-7345096